

درس حدیث

ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر

احباب اسلامی - حیدر آباد

درس حدیث

ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر

احباب اسلامی - حیدر آباد

درس حدیث	کتاب
ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر	مصنف
صفحات	ضخی مرتب
ایک ہزار	تعداد
۱۹۹۷ء	اشاعت اول
السید کپوزرس، حیدرچوک، حیدر آباد	کپوزنگ
الائمه پڑنگ کار پوشن کاڑی کا تھید رہا باد	مطبع
	قیمت

ملنے کا پتہ

رکن الاسلام جامعہ مجددیہ

آزاد میدان، ہیر آباد، حیدر آباد

فون 612803-617086

پیش لفظ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آنحضرت روی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے و تفرق امتی علی
ثلاث و سبعین ملتہ کلهم فی النار الاملة واحدہ قالوا من هی یا رسول اللہ قال ما ان اعلم و
اصحابی (جامع ترمذی / مشکوٰۃ باب الاعتصام ص ۳۰) آپ نے فرمایا کہ میراً ملت ہتر
فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں سے سوائے ایک ملت کے سب کے سب جہنم میں جائیں گے
صحابہ نے پوچھایا رسول اللہ! وہ ایک گروہ کو نہ ہے آپ نے فرمایا وہ وہ ہے جس پر میں اور
میرے صحابہ ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ایمان کی
کسوٹی ہیں جس کا ایمان ان جیسا ہو گا جس کا عقائد و نظریات ان جیسے ہوں گے وہ حق پر ہے اور
جنتی ہے اور جوان کے عقائد و نظریات پر نہیں وہ جہنمی ہے اس زمانہ میں اس حدیث کا صحیح
صدقائق اہل سنت والجماعت ہیں۔ ان کے وہ ہی عقائد و نظریات ہیں جو حضور سرور کون و مکان
صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے تھے بعض لوگ عوام میں غلط فہمیاں پیدا کرنے
کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے بعض عقائد و اعمال شرکیہ ہیں
اور بدعت ہیں مثلاً علم غیب، حاضروناظر، حیات انبیاء و شہداء، سماع موتی، ندائیا رسول اللہ،
انبیاء اور اولیاء کو مدد کے لئے پکارنا، میلاد شریف، سلام و قیام گیارہویں، بارہویں، عرس،
تجھے، چالیسوائیں، فاتحہ و درود، دعا بعد نماز جنازہ، وسیلہ توسل، قبروں اور اولیاء کے مزارات پر
حاضری اور اس کا ادب و احترام کھانے پکا کر اور قرآن وغیرہ پڑھ کر مردوں کو اس کا ثواب پہنچانا،
نبیوں اور ولیوں سے نسبت برکھنے والی چیزوں اور تبرکات کا ادب و احترام، قبروں کو بوسہ دینا،
نماز میں آہستہ آواز سے مقتدیوں کا آمین کہنا، اور سورہ فاتحہ کی تلاوت نہ کرنا، نماز میں رکوع و
جود کے وقت رفع یہ دین نہ کرنا، نماز میں بیس رکعت تراویح پڑھنا، تین طلاقوں کو ایک نہ مانا،
اذان میں حضور کا نام سن کر انگوٹھے چومنا، بزرگوں اور ولیوں کے ہاتھ پاؤں چومنا، جھاڑ پھونک
تعویذ گذے کرنا، وغیرہ وغیرہ، اس قسم کے عقائد و نظریات اور اعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ

و سلم اور آپ کے صحابہ کے عقائد نظریات اور ان کے افکار و اعمال کے خلاف ہیں اور یہ سب کام اہل سنت والجماعت کرتے ہیں تو چونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مانا علیہ و اصحابی (جس پر میں اور میرے صحابی ہیں) والے گروہ میں سے نہیں ہوئے ہندزایہ (معاذ اللہ) جہنمی ہیں..... ہمارے عوام اس قسم کی باتیں سن کر اپنے عقائد و اعمال کے متعلق شکوک و شہمات میں بستا ہو جاتے ہیں اس لئے فقیر نے وہ تمام احادیث جمع کر دی ہیں جن میں مندرجہ بالا عقائد و نظریات و افکار و اعمال کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے اقوال و اعمال سے ملتا ہے ہر حدیث کو اس کے الفاظ کے ساتھ نقل کر کے اس کے متند
حوالے مع کتاب کی جلد اور صفحہ نمبر کے ذکر کئے ہیں اس کے بعد اس حدیث پاک کا ترجمہ اور اس حدیث سے جو فائدہ روشنی اور سبق ہمیں ملتا ہے اس کو ذکر کر دیا ہے تاکہ اہل سنت والجماعت کو یہ پڑھ کر اطمینان ہو جائے کہ الحمد للہ اہل سنت والجماعت کا ہر عقیدہ اور عمل حدیث سے ثابت ہے بلکہ در حقیقت ان عقائد و اعمال کو نہ ماننے والے حدیث کے منکر ہیں کیونکہ یہ سب چیزیں الحمد للہ احادیث سے ثابت ہیں اور اہل سنت والجماعت ہی وہ ناجی اور جنتی گروہ ہے جو حضور اور آپ کے صحابہ کے ارشادات اور آپ کے طریقے پر عمل کر کے "ما اننا علینا و اصحابی" والے گروہ میں شامل ہے اللہ تعالیٰ فقیر کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور زیادہ سے زیادہ مخلوق خدا کو اس سے مستفیض ہو کر اپنے صحیح عقائد و اعمال پر یقین، تنقامت اور غلط نظریات و اعمال سے نجات عطا فرمائے اور میرے لئے اس کو بخشش کا ذریعہ بنادے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ اجمعین

عاصی و خطاکار رحمت رب کا امیدوار

ابوالخیر محمد نبیر

آزاد میدان، ہیر آباد، حیدر آباد

مورخہ ۳ مارچ ۱۹۹۷ء

حَدِيثُ نَبِيِّنَمْبَرُ ا

اَخْبَرَنِي اَنْسُ بْنُ مَالِكَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ اَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِينَ زَاغَتِ
الشَّمْسُ فَصَلَّى الظَّهَرَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ
فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ اَنَّ بَيْنَ يَدِيهِ اَمْوَالًا عَظِيمًا
ثُمَّ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُسَأَّلَ عَنْ شَيْءٍ فَلِيُسْأَلْ عَنْهُ
فَوَاللَّهِ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ اَلَا اَخْبَرْتُكُمْ بِهِ
مَا دَعْتُ فِي مَقَامِي هَذَا قَالَ اَنْسٌ فَكَثُرَ النَّاسُ
البَكَاءُ وَكَثُرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اَنْ يَقُولَ سَلُونِي فَقَالَ اَنْسٌ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ
فَقَالَ اِيْنَ مَدْخَلِي يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ النَّارُ فَقَامَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَذَافِرٍ فَقَالَ مَنْ اَبْيَ يَأْرِسُولَ اللَّهِ قَالَ
ابُوكَ حَذَافِرَهُ قَالَ ثُمَّ اَكْثَرَ اَنْ يَقُولَ سَلُونِي
سَلُونِي فَبَرَكَ عَمْرُ عَلَى رَكْبَتِيهِ فَقَالَ رَضِيَنَا
بِاللَّهِ رِبِّا وَبِالْاسْلَامِ دِينَا وَبِحَمْدِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ رَسُولًا قَالَ فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حِينَ قَالَ عَمْرُ فَالِكَ

(١- صحيح بخاري، باره ٢٩، جلد ٦، كتاب الاعتصام بالكتاب والست ص ٦٣٨)

(٢- تفسير خازن، زير آية لا تسألو عن اشياء ان تبدلكم الايتها)

ترجمہ:- حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلتے ہی باہر تشریف لے آئے اور ظرکی نماز ادا فرمائی جب سلام پھیرا تو ممبر پر کھڑے ہو گئے اور قیامت کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں پھر فرمایا جو شخص بھی کسی بھی چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہے وہ سوال کرے خدا کی قسم میں جب تک اس جگہ یعنی ممبر پر ہوں تم جو بات مجھ سے پوچھو گے میں تمہیں وہ بتاؤں گا۔ انس کہتے ہیں یہ سن کر لوگ بہت رونے لگے (یعنی لوگ حضور کے غصہ سے کانپ گئے) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہی فرماتے رہے کہ ”جو مجھ سے پوچھنا چاہو پوچھ لو“ آخر ایک شخص (جو منافق تھا بظاہر مسلمان بنا ہوا تھا) اٹھا اور پوچھنے لگا کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...؟ آپ نے فرمایا تیرا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ پھر حضرت عبد اللہ بن حذافہ اٹھے اور پوچھنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...! میرا باپ کون ہے...؟ (یعنی لوگ میرا باپ کسی اور کو بتاتے ہیں لہذا حقیقی میرا باپ کون ہے یہ بتائیے..؟) آپ نے فرمایا تیر باپ خدافہ ہے (یعنی تو صحیح النسب ہے لوگ جو تیرے نسب پر اعتراض کرتے ہیں وہ غلط ہے) پھر آپ نے کثرت سے فرمایا ”جو پوچھنا ہے پوچھ لو“ حضرت عمر (آپ کا غصب دیکھ کر بڑے ادب سے دو زانو ہو کر بیٹھے اور کہنے لگے ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ انس کہتے ہیں جب آپ نے حضرت عمر کی یہ بات سنی تو آپ خاموش ہو گئے (یعنی آپ کا غصہ ختم ہو گیا)۔

فواہدہ۔ بخاری کی اس صحیح حدیث مبارک سے چند فوائد اور سبق ہمیں حاصل ہوئے۔

۱۔ ایک توجیہ کہ یا رسول اللہ کنایہ شرک و بدعت یا حرام نہیں بلکہ صحابہ کی سنت ہے۔

۲۔ اس حدیث مبارک سے دوسری سب سے اہم بات یہ ثابت ہوئی کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہرشے کا علم عطا فرمادیا ہے اس لئے کہ سلوانی یعنی جو چاہے پچھہ لو یہ الفاظ دھی کہہ سکتا ہے جس کو ہر چیز کا علم ہو اور ہرشے کی خبر ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار یہ الفاظ دھراۓ اور اس کے جواب میں جس نے جو پوچھا سرکار نے وہ بتا بھی دیا اس سے ثابت ہوا کہ جو کچھ اس کائنات میں ہو چکا ہے یا قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے ہر چیز کا مصطفیٰ علیہ التحیۃ والشاء کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمادیا ہے کوئی واقعہ کوئی خبر کوئی چیز ایسی نہیں جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہ دے دیا گیا ہو۔

۳۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مغیبات خمسہ یعنی پانچ قسم کے علم غیر مثلاً کل کیا ہو گا مال کے پیٹ میں کیا ہے، دغیرہ دغیرہ اس کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں ہوتا۔ اس حدیث مبارک سے اس کا بھی رد ہو گیا کیونکہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن حذافۃ رضی اللہ عنہ کے نسب کو بیان فرمایا جس کا تعلق ”نافی الارحام“ یعنی مال کے پیٹ والے مسئلہ سے ہے اور دوسرے منافق کے جواب میں فرمایا کہ تو جہنمی ہے یعنی کل جہنم میں جائے گا اسکا تعلق ماذات کسب غذا یعنی کل کیا ہو گا اس سے ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ علوم غیرے سے بھی اپنے محبوب کو سرفراز فرمادیا تھا لہذا قیامت کب آئے گی، کون کہاں مرے گا، بارش کب ہو گی، ان کا علم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمادیا گیا تھا۔

۴۔ اس حدیث مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب اور جلال کو دیکھ کر صحابہ کے کاشنے اور رونے کا ذکر ہے جبکہ تفسیر خازن میں تفصیل کے ساتھ آپ کے غصہ کی وجہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعض منافقوں نے آپ کے علم پر

اعتراض کیا تھا کہ آپ کو غیب کا علم نہیں ہے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جلال آگیا اور آپ نے غصہ سے فرمایا پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو ...؟ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے علم پر کبھی اعتراض نہیں کرنا چاہئے جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض کرتے ہیں وہ حضور کے غصب اور جلال کو دعوت دیتے ہیں اور اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں کیونکہ جس سے حضور ناراض ہو گئے اس کا کہیں ٹھکانہ نہیں۔

۵۔ اور ایک بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض یہ منافقوں کا طریقہ ہے۔ اس وقت بھی حضور کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقوں نے ہی حضور کے علم پر اعتراض کیا تھا لہذا آج بھی اگر کوئی حضور کے علم پر اعتراض کرے کہ حضور کو یہ پتہ نہیں حضور کو وہ پتہ نہیں تو اس کو ڈرنا چاہئے کہ کہیں اس کا حشر منافقوں کے ساتھ نہ ہو۔

حدیث نمبر ۲

عن ابی ہریرة ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال هل ترون قبلتی مهنا والله ما يغفر
علی رکوعکم ولا خشوعکم و انى لارى کم
وراء ظهری

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الشروع فی الصلوٰۃ، ج ۱، ص ۳۷۱)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم سمجھتے ہو کہ میرا منہ ادھر قبلہ کی طرف ہے۔ خدا کی قسم تمہارا رکوع اور تمہارا خشوع مجھ پر کچھ پوشیدہ نہیں اور میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

فواتی:- اس حدیث مبارک سے چند فوائد معلوم ہوئے ...!

- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا جیسا بشر نہ سمجھو اور نہ کو۔ حضور کی کوئی چیز بھی ہم جیسی نہیں آپ کی ہر چیز نزالی ہے۔ دیکھو ہماری آنکھیں صرف آگے کو دیکھتی ہیں پچھے کیا ہو رہا ہے اس کو نہیں دیکھ سکتیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں جس طرح آنکھیں دیکھتی ہیں اس ہی طرح پچھے بھی دیکھ لیتی ہیں یہ تو وہ آنکھیں ہیں جنہوں نے رب کا دیدار کیا ہے بھلا ان کی برابری کون کر سکتا ہے۔

- ۲۔ اگر تم دیوار کے پچھے نہیں دیکھ سکتے تو یہ مت کو کہ ”نبی پچھے نہیں دیکھ سکتے“ (معاذ اللہ) ان کو اللہ نے وہ طاقتیں عطا فرمائی ہیں جو ہمیں عطا نہیں فرمائیں۔ اگر ہمیں کسی چیز کا علم نہیں اور کوئی شے ہم سے غیب میں ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں حضور کی نگاہوں سے بھی او جھل ہے بلکہ جہاں ہماری نگاہ نہیں پہنچ سکتی مصطفیٰ علیہ التحیۃ والشاء کی نگاہ وہاں بھی پہنچ جاتی ہے اور کوئی شے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں سے او جھل اور مخفی نہیں۔

- ۳۔ ”خشوع و خضوع“ دل کی ایک کیفیت کا نام ہے جس تک عام انسان کی نگاہ نہیں پہنچ سکتی نماز پڑھتے وقت آدمی کے دل کی کیا کیفیت ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اتنی وسیع نگاہ عطا فرمائی ہے کہ جو دل کے حال اور قلب کی کیفت تک کو دیکھ لیتی ہے اسی لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم حضور کی بارگاہ میں دل سے جو فریاد کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جان بھی لیتے ہیں اور فریاد رسی بھی فرماتے ہیں۔۔۔۔۔

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو
اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خشوع و خضوع جیسی خفیہ چیز اور دل کی کیفیت جب نبی کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں تو پھر دنیا کی اور کوئی شے نبی کی نگاہ سے کب مخفی رہ سکتی ہے۔

حدیث نمبر ۳
عن عبد اللہ بن عباس قال خَسْفَ الْعَمَلِ

۱۰

عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلی قالوا یا
 رسول اللہ رائینا کے تکمیلت فقال انی
رائیت الجنہ فناولت منها عنقوداً و لو اخذته لا
کلتم منه ما بقیت الدنیا (صحیح بخاری، کتاب الاذان،
 باب رفع الضرال الام، جلد اول ص ۲۷۵)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں سورج گرہن ہوا آپ نے نماز کسوف پڑھی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنی جگہ پر رہ کے کوئی چیز پکڑی پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹے آپ نے فرمایا میں نے جنت کو دیکھا تو اس میں سے خوشہ لینے لگا اگر میں لے لیتا تو جب تک دنیا قائم ہے تم اس میں سے کھاتے رہتے۔

فواہد:- اس حدیث مبارک سے مندرجہ ذیل چند فوائد معلوم ہوئے۔

- "یا رسول اللہ" کہنا بری بات یا شرک و بدعت نہیں بلکہ صحابہ کا طریقہ اور انکی سنت ہے اگر "یا رسول اللہ" کہنا شرک ہوتا تو صحابہ کبھی نہ کہتے اور نہ حضور ان کو کہنے کی اجازت دیتے۔

- چاند گرہن سورج گرہن ہو تو اس وقت نماز خسوف اور نماز کسوف پڑھنا چاہئے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور رب کے غضب سے بچنے کا ایک طریقہ ہے۔

- جب نبی مدینہ منورہ میں کھڑے ہو کر جنت کو دیکھ سکتے ہیں جو ساتوں آسمانوں سے اوپر ہے تو مدینہ منورہ میں جلوہ گر ہو کر حیدر آباد میں رہنے والے ہم غلاموں کو کیوں نہیں دیکھ سکتے۔ انکا غلام عالم کے جس کونہ میں بھی ہو زمین اور آسمان کے جس گوشہ میں بھی ہو اور وہاں سے آپ کو پکارے تو آپ اس کو دیکھتے بھی ہیں اور اس کی

فرياد کو سنتے بھی ہیں۔

۳۔ مدینہ میں رہ کر جب آپ کا وست مبارک ساتوں آسمانوں کے اوپر جنت کے باغوں تک پہنچ سکتا ہے تو کیا وہ ہاتھ ہم مشکل میں پھنسے ہوئے غلاموں کی مدد کو نہیں پہنچ سکتا؟؟ حضور کا امتی جمال سے بھی فریاد کرے گا یہ ہاتھ وہیں پہنچ کر اس کی فریاد رسی کرے گا اور اسی وقت اس کی مشکل آسان کروے گا۔ کیوں کہ یہ معمولی ہاتھ نہیں۔ وہ ہاتھ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ”اپنا ہاتھ“ فرمایا ہے جب یہ خدا کا ہاتھ ہوا تو پھر اس کی طاقت سے کوئی شے کب باہر رہ سکتی ہے اسی کو علماء کی اصطلاح میں حاضر و ناظر کرتے ہیں کہ عالم کی ہر چیز کو حضور دیکھ بھی رہے ہیں اور اس پر تصرف بھی فرماسکتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي
الْمَسْجِدِ فَحَصِبْنِي رَجُلٌ فَنَظَرَتِ إِلَيْهِ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ
الْخَطَابِ فَقَالَ أَنْهَبْ فَاتَنِي بِهَذِينِ فَجَئْتُهُ بِهِمَا
فَقَالَ مَنْ أَنْتَ مَا أَنْتَ مَا قَالَ مَنْ أَهْلُ الطَّافَ
قَالَ لَوْ كُنْتَ مِنْ أَهْلِ الْبَلْدِ لَا وَجَعْتَكُمَا
تَرْفَعُانِ اصْوَاتُكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الصوت فی المسجد، جلد اول ص ۳۳۲)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا اتنے میں ایک شخص نے مجھ پر کنکر پھینکا دیکھتا کیا ہوں وہ حضرت عمر ہیں انہوں نے (مجھ سے) کہا کہ جاؤ اور ان دونوں اشخاص کو میرے پاس بلا

لاؤ میں ان کو بلا لایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ یا یوں فرمایا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم اس شر (مذہب) کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا۔ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں پکارتے ہو اور آواز بلند کرتے ہو۔

فواہد: اس حدیث مبارکہ سے مندرجہ ذیل فوائد معلوم ہوئے۔

۱۔ وہ چیز جس کو نبی سے نسبت ہو جائے صحابہ کرام اس کا بھی ادب کرتے تھے مسجد نبوی کو حضور سے نسبت تھی اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا اتنا ادب کیا کہ ایک صحابی کو بلانے کے لئے سنکرمار کے ان کو بلا یا آواز دے کر نہیں بلایا کہ کہیں بلند آواز نہ ہو جائے اور مسجد رسول کی بے ادبی نہ ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ حضور سے نسبت رکھنے والی ہر شے کا ادب کرنا یہ صحابہ کرام کی سنت ہے۔

۲۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے محبوب کی بارگاہ کا ادب سکھلایا ہے کہ **يَا إِيَّاهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا ترْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ** (آیت سورہ حجرات) کہ اے ایمان والو نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کو۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب سکھلانے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ لیکن اس حدیث میں ان دونوں اشخاص نے آواز اس وقت بلند کی جب حضور اس عالم سے پردہ فرمائے تھے اور حضرت عمر نے ان دونوں کو تنیسہ فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کا عقیدہ یہ تھا کہ حضور اب بھی زندہ ہیں جس طرح آپ کے زمانہ اقدس میں آپ کے سامنے آواز بلند کرنا ناجائز تھا اس ہی طرح اب بھی آپ کے پردہ فرمائے کے بعد آواز بلند کرنا ناجائز ہے اور آپ کی بے ادبی ہے۔ کیوں کہ آپ سن رہے ہیں۔

۳۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح حضور کی حیات میں آپ کا ادب و احترام ضروری تھا اس طرح پردہ فرمانے کے بعد بھی آپ کا احترام ضروری ہے (فیض

۔۔۔ جب نبی کی مسجد کی معمولی سی بے ادبی کرنے والا لا تک تعزیر ہے تو جو خود نبی کی توجیں اور بے ادبی کرے گا وہ کیوں نہ لا تک تعزیر ہو گا۔ علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حضور کی ادبی سے بے ادبی کرنے والا بھی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے وہ مرتد ہے اس کی توبہ بھی قبول نہیں اس کی سزا قتل ہے۔

حدیث نمبر ۵

قال عبد الله كنا اذا صلينا خلف النبي صلى الله عليه وسلم قلنا السلام على جبرائيل و ميكائيل السلام على فلان و فلان فالتفت علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ان الله هو السلام فاذَا صلی احدهم فليقل التحيات لله والصلوات و الطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة الله و بركاته السلام علينا و على عباد الله الصالحين فانكم اذا قلتموها اصابت كل عبد لله صالح في السماء والارض اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد عبده و رسوله

(صحیح بخاری، کتاب العلوة، باب الشهدۃ فی الآخرة، جلد اول، ص ۵۲۱)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم (پسلے) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے تو (تشہد میں) یوں کہتے تھے جبریل پر سلام میکائل پر سلام فلانے پر سلام فلانے پر سلام پھر حضور نے

ہمارے طرف منہ کیا اور فرمایا (تم اللہ کو کیا سلام کرتے ہو) اللہ کا
تو نام ہی خود سلام ہے جب تم میں کوئی نماز پڑھے تو یوں کہے
التحیات لله والصلوات والطیبات السلام
علیک ایها النبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ
السلام علیینا وعلی عباد اللہ الصالحین جب تم یہ
کہو گے تو تمہارا سلام آسمان اور زمین میں جہاں کوئی اللہ کا بندہ
ہے اس کو پہنچ جائے گا اشہد ان لا اله الا اللہ و اشہد

ان محمد عبدہ و رسولہ

فواائد:- اس حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد معلوم ہوئے.....

۱۔ تشدید میں آدمی "التحیات" بڑی خاموشی سے پڑھتا ہے کہ پاس پیٹھنے والا بھی مشکل سے سُن پاتا ہے لیکن یہاں مقتدى خاموشی سے پڑھ رہے ہیں اور حضور امامت کے مطلع پر ان کی آوازوں کو سُن رہے ہیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے کانوں کو وہ قوت سماعت عطا فرمائی ہے جو دور و نزدیک قریب و بعید تک اور تیز ہر آواز کو سُن لیتے ہیں لہذا حیدر آباد سے جو غلام "یا رسول اللہ" کہہ کر آپ کو پکارے گا آپ روضہ اقدس میں جلوہ فرماء ہو کر ہماری اس آواز کو بھی ضرور سن لیں گے۔ کیوں نہ ہو جب قرآن کے ارشاد کے مطابق کئی میل کے فاصلہ سے چیونٹی کی آواز حضرت سلیمان علیہ السلام نے سُن لی تھی تو پھر جو حضرت سلیمان علیہ السلام کا بھی نبی ہوا ان کا بھی آقا اور امام ہو یعنی امام الائمه سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہماری اور اپنے ہرامتی کی آواز کو کیوں نہیں سُن سکتے۔

۲۔ "السلام علیک ایها النبی" اور "الصلواۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" کے ایک معنی ہیں اور اس حدیث میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو نماز کے اندر اس کے پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں معلوم ہوا کہ **الصلواۃ والسلام علیک یا رسول اللہ** کے الفاظ سے حضور پر درود بھیجننا اور **یا رسول اللہ** کہہ کے حضور کو پکارنا نہ شرک ہے اور نہ بدعت ہے بلکہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل ہے۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی سارے جہاں میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہر جگہ نمازوں پڑھی جا رہی ہیں اور نمازوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "السلام علیک ایسا النبی" کہہ کے پکارا جا رہا ہے معلوم ہوا کہ دور و نزدیک حاضروں غائب کا بھی کوئی فرق نہیں ہر شخص خواہ حضور کے روپ پر ہو یا روضہ انور سے دور ہو ہر جگہ سے "یا رسول اللہ" کہہ کے حضور کو پکار سکتا ہے اگر یا رسول اللہ کہنا شرک ہوتا تو خود حضور اپنے تمام امتیوں کو نماز جیسی اہم عبادت میں "ایسا النبی" کہہ کہ نبی کو پکارنے کا کبھی حکم نہیں دیتے۔

۴۔ "السلام علیک ایسا النبی" کے معنی ہیں "اے نبی آپ پر سلام ہو" ان الفاظ کے ساتھ سلام اسی کو کہا جاسکتا ہے جو سامنے حاضر ہو کسی غائب آدمی کو ان الفاظ میں کبھی اس طرح سلام نہیں کہا جاسکتا اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے جو امتی جہاں سے بھی حضور پر ان الفاظ میں سلام بھیجتا ہے تو حضور اس کے پاس ہوتے ہیں روپہ انور میں جلوہ فرماتے ہوئے اس سے قریب ہوتے ہیں یہی مفہوم ہے حاضروں ناظر کا۔

حدیث نمبر ۶

عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ أَبْيَتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّيْتُهُ بِوَضْوَئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِي سُلْطَانٌ فَقِيلَتْ إِسْلَكْ مَرْأَقَتِكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ قَلَتْ هُوَ ذَلِكَ فَاعْنَى عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ
(صحیح مسلم / مشکوحة المصالح، باب السجود و نفله)

ترجمہ:- حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات کو خدمت اقدس میں حاضر رہتا تھا ایک رات میں حضور کے لئے بخوبی پانی

اور دیگر ضروریات لے کے حاضر ہوا تو حضور نے مجھ سے ارشاد فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے جنت میں آپ کی سُنگت مانگتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی چاہئے میں نے عرض کی میری مراد تو بس یہی ہے حضور نے فرمایا اپنی جان پر سجدوں کی زیادتی سے میری مدد کر۔

فواہدہ۔ اس حدیث سے چند فوائد معلوم ہوئے۔۔۔

۱۔ حضور نے مطلقاً فرمایا کہ سل یعنی مانگ، یہ نہیں فرمایا کہ فلاں چیز مانگ کوئی قید نہیں لگائی اس سے معلوم ہوا کہ ساری کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ و اختیار میں ہے سارے عالم میں سے جس کو جو چاہیں عطا فرماسکتے ہیں، مانگنے والا اس در سے جو مانگے گا اس کو وہی ملے گا۔

مانگنے کے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا بے نہ حاجت اگر کی ہے

۲۔ حضرت ربیعہ نے بھی دنیا کی کوئی چیز نہیں مانگی بلکہ دوسرے جہاں کی ایک چیز جنت مانگی اور صرف جنت بھی نہیں بلکہ جنت کا اعلیٰ مرتبہ مانگا اس کے جواب میں حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ نہیں دے سکتا بلکہ حضرت نے فرمایا کہ کچھ اور مانگنا چاہتا ہے وہ بھی مانگ لے اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی حکومت اور بادشاہت صرف اس جہاں پر ہتی بلکہ اس جہاں پر بھی ہے اللہ تعالیٰ نے دونوں جہاں اپنے محبوب کے ملک کر دئے ہیں اس میں سے جس کو چاہیں جو چاہیں عطا فرمادیں۔

جو چاہے ان سے مانگ کر دوں جہاں کی خیر
زر نا خریدہ ایک کنیر ان کے گھر کی ہے

۳۔ حضرت ربیعہ نے یہ عرض کیا کہ میں آپ سے مانگتا ہوں اس پر حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیا شرک کی بات کر رہے ہو اللہ سے مانگو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے سے مانگنا شرک ہے اس سے معلوم ہوا کہ غیوں اور ولیوں کو اللہ کی دی ہوئی طاقت اور قدرت سے دینے والا سمجھ کر ان سے مانگنا شرک نہیں بلکہ صحابہ کی سنت ہے اور

اس پر حضور کی مرتدیق بھی ثبت ہے۔

حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں
مرد دویہ مراد کس آیت خبر کی ہے

حدیث نمبر ۷

قال حمید ابن عبد الرحمن سمعت معاویته خطیبا يقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم من يرد اللہ به خيرا یفقهه فی الدین و انما انا قاسم والله یعطی و لئن تزال هنہ الامته قائمه على امر اللہ لا یضرهم من خالفهم حتی یاتی امر اللہ (صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من رید اللہ به خیرا الخ جلد اول ص ۱۲۵)

ترجمہ:- حضرت حمید بن عبد الرحمن نے کہا کہ میں نے معاویہ سے خطبہ میں سا وہ کہتے تھے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ کو جسکی بھلائی منظور ہوتی ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے اور یہ جماعت (اسلام) ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی دشمنوں سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے یعنی قیامت۔

فوائد:- اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوتے ہیں

- اس حدیث پاک کے اندر واللہ یعلی (اللہ دیتا ہے) میں کوئی قید ہے اور نہ ہی لانا قاسم (میں تقسیم کرتا ہوں) میں کوئی قید ہے دونوں مطلق ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز بھی خدا دیتا ہے وہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ہاتھوں سے دلوتا ہے۔ خواہ وہ علم ہو دولت ہو مال و اولاد ہو عزت و شوکت ہو کامیابی و کامرانی ہو سلطنت و

بادشاہت ہو ولایت و معرفت ہو نبوت و رسالت ہو الغرض جو نعمت بھی اللہ تعالیٰ جس کو عطا فرماتا ہے وہ حضور کے ذریعہ عطا فرماتا ہے۔

۲۔ اس حدیث مبارک میں زمانہ کی بھی کوئی قید نہیں لہذا ثابت ہوا کہ پہلے بھی جس کو خدا نے جو کچھ دیا وہ حضور کے ذریعہ دلوایا آج بھی جس کو جو کچھ مل رہا ہے وہ حضور کے ہاتھوں سے مل رہا ہے اور کل بھی قیامت تک جس کو جو کچھ ملے گا وہ حضور ہی کے ذریعہ انہی کے واسطے سے ملے گا۔

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوں بے بصر کی ہے

۳۔ ظاہر ہے بانٹنے والا اس وقت بانٹنے گا جب مالک نے اس کو وہ چیز دے دی ہو جب سب کچھ حضور بانٹتے ہیں اور تقسیم فرماتے ہیں تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز مصطفیٰ کو عطا فرمادی ہے ساری کائنات ان کی ملکیت میں دے کر ان کو اس پر قبضہ و اختیار دے دیا گیا ہے کہ اللہ کی عطا کے سے جس کو چاہیں جو چاہیں عطا فرمائیں۔

۴۔ جب نبی کے ہاتھوں سے خدا کی ہر نعمت مل رہی ہے تو ظاہر ہے پھر مانگا بھی انہی سے ہی جائے گا لہذا معلوم ہوا کہ دین و دنیا کی کسی نعمت کا بھی حضور سے مانگنا اور اس کا حضور سے سوال کرنا اور یہ کہنا کہ یا رسول اللہ مجھے یہ عطا کر دیجئے، وہ عطا کر دیجئے ایسا کہنا نہ حرام ہے نہ شرک ہے نہ بدعت۔

۵۔ بعض کہتے ہیں کہ حضور کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے لیکن اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور ایسے نافع اور نفع رسال ہے کہ ساری کائنات کو ہر نعمت انہیں سے ملتی ہے۔

حدیث نمبر ۸

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَى يَوْمِ الْجَمْعَةِ فَإِنَّهُ يَوْمٌ
مَشْهُودٌ تَشْهِدُهُ الْمُلْكُونَ كَتَهُ لِيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَصْلُى

عَلَى الْأَبْلَغِنِي صُوْتُهُ حَيْثُ كَانَ قَلْنَا وَ بَعْدَ و
فَاتَكَ قَالَ وَ بَعْدَ وَفَاتِي أَنَّ اللَّهَ حَرَمَ عَلَى الْأَرْضِ
 ان تاک اجساد الانبياء / سنن ابن ماجہ / طبرانی / ترغیب /
 جلاء الافہام ابن قیم جوزیہ ص ۷۳)

ترجمہ:- حضرت ابو الدراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ یہ یوم مشہود ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں جو بندہ مجھ پر درود پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے خواہ وہ بندہ کمیں بھی ہو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! کیا آپ کے وصال کے بعد بھی آپ نے فرمایا ہاں میرے وصال کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔

فوائد:- یہ حدیث مبارک جس کو مندرجہ بالا تمام محدثین نے صحیح اور اس کی سند کو جید کہا ہے اس سے چند فوائد حاصل ہوئے.....

- اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں کیونکہ روح تو ہر انسان کی زندہ اور باقی رہتی ہے لہذا اگر انبیاء کی حیات سے اگر یہ مرادی جائے کہ ان کی روح زندہ اور باقی ہے تو اس میں ان کی کیا تخصیص اور کمال۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کی حیات کی تخصیص اور اس کا کمال یہ ہے کہ وہ جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوة میں (جلد دوم ص ۲۲۲) فرمایا اور صحابہ کے سوال پر آپ کا فرمانا کہ انبیاء کے جسم صحیح سالم باقی رہتے ہیں اس کا دلنجو ٹالب یہ ہے کہ انبیاء کو وفات کے بعد اللہ تعالیٰ دوسری زندگی کی طرح حسی اور جسمانی ہوتی ہے

انبیاء کو بھی اجل آئی ہے

لیکن ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اس آن کے بعد ان کی حیات
مثلاً سابق وہ جسمانی ہے
اوروں کی روح ہو کتنی ہی لطف
اس کے اجسام کی کب تاریخی ہے

۲۔ واضح طور پر اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضور کے لئے قرب و بعد سب
یکساں ہے حضور کا کوئی امتی خواہ روضہ شریف کے قریب ہو یا دور عالم کے کسی کونے
سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارے گا تو حضور خود اس کی آواز کو سن کر اس کی
فریاد رسی فرمائیں گے۔

دور و نزدیک کے سنتے والے وہ کان
کان لعل کرامت پر لاکھوں سلام

۳۔ یوں تو درود شریف ہر وقت پڑھنا باعث ثواب اور ترقی درجات کا موجب ہے
مگر خصوصیت کے ساتھ افضل الایام یعنی جمعہ میں افضل الانام صلی اللہ علیہ وسلم پر
درود شریف پڑھنے کی بہت فضیلت آئی ہے جامع صغیر میں ایک روایت آئی ہے کہ جمعہ
کے دن درود پڑھنے والے کو حضور کا خاص قرب ملے گا۔ (جامع صغیر جلد اول ص
۵۳) اسی میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایسے شخص کے لئے قیامت کے دن میں گواہ
اور شفیع ہوں گا۔ لہذا جمعہ کے دن اور اس کی رات کو درود شریف کی کثرت کر کے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص قرب حاصل کرنا چاہئے۔

۴۔ اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے بعد اپنے روضہ
انور میں بھی اس ہی طرح سنتے ہیں جس طرح اپنی ظاہری حیات میں ساکرتے تھے لہذا
یا رسول اللہ کے حضور سے فریاد کرنے والے کی فریاد بے کار نہیں جا رہی بلکہ اس
کے آقا اس کی فریاد کو سنتے بھی ہیں اور مشکل کشائی بھی فرماتے ہیں۔ اور اس پر آپ
کا یہ ارشاد کافی ہے کہ الابلغنی صوت کے م{j}جھ تک اس کی آواز پہنچتی ہے۔

عن ابن عباس قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بقبیرین يعذ بان فقال انهمَا ليعذبان و ما يعذبان
فی کبیر اما احدهما فکان لا یستتر من البول
و اما الاخر فکان یمشی بالنمیمه ثم اخذ جریدة
رطبة فشقها بنصفین ثم غرز فی کن قبر و
احدهة فقال والل مصنعت هذان قال لعله ان یخفف
عنهمَا مالم ییبسسا

(صحیح بخاری، جلد اول ص ۱۸۲)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے جن پر عذاب ہو رہا تھا آپ نے فرمایا ان کو کسی بڑی بات کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا انہیں سے ایک تو پیشab (کی چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا پھر تا تھا پھر آپ نے کھجور کی ایک سبز شنی لی اس کو نیچ میں سے چیر کر اس کے دو حصے کرئے اور ہر قبر پر ایک حصہ گاڑ دیا صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے ایسا کیوں کیا آپ نے فرمایا امید ہے کہ جب تک یہ شاخیں سر بزر ہیں گی ان کا عذاب ہلکا رہے گا۔

فوائد:- اس حدیث مبارک سے چند فوائد حاصل ہوئے....

- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا وسیع علم عطا فرمایا تھا، منوں مٹی تلے قبر کے اندر کیا ہو رہا ہے۔ حضور کونہ صرف اس کا علم ہو گیا بلکہ عذاب کیوں ہو رہا ہے اور اس شخص نے اپنی ظاہری زندگی میں کیا کیا گناہ کئے تھے حضور کو اس کا بھی علم تھا ثابت ہوا کہ ماضی ہو حال ہو یا مستقبل، زمین کے اوپر ہو یا زمین کے نیچے

آسمان کے اوپر ہو یا آسمان کے نیچے کوئی شے کوئی واقعہ قیامت تک آنے والا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں سے او جھل اور پوشیدہ نہیں۔ ہر چیز حضور کی نگاہوں کے سامنے ہے اور ہر چیز کا حضور کو علم حاصل ہے۔

- ۲ - جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین کے اوپر تشریف فرماء ہو کے زمین کے اندر کیا ہو رہا ہے اس کو دیکھ رہے تھے تو آج روضہ شریف میں جلوہ فرماء ہو کے ہم زمین پر چلنے والے غلاموں کو کیوں نہیں دیکھ سکتے یقیناً حضور کی اپنے امیوں پر نگاہ ہے حضور نہ صرف ان کو دیکھ رہے ہیں بلکہ انکی فریاد کو سن بھی رہے ہیں اور فریاد رسی بھی فرماتے ہیں اس حدیث میں یہی بتایا گیا ہے کہ ایک عالم میں رہ کر دوسرے عالم سے حضور کا رابطہ منقطع نہیں ہوتا وہ اس عالم میں رہ کر جب عالم برزخ کے حالات کو دیکھ بھی رہے ہیں اور ان کی مردوں کی مدد بھی فرمائیں ہیں تو جب آپ خود اس عالم برزخ میں جائیں گے تو اس وقت ہمارے حالات سے باخبر بھی ہوں گے اور ہماری مدد بھی فرمائیں گے۔ جب یہاں رہ کر قبر والوں کی مدد کر سکتے ہیں تو قبر میں جا کر ہماری مدد کیوں نہیں کریں گے۔

- ۳ - حضور کے آنکھ ناک ہاتھ پیر الغرض جسم اطراف کے کوئی عضو حتیٰ کے ایک بال کی بھی دنیا میں کوئی نظیر اور مثال نہیں۔ آپ کی ہر چیز بے مثال ہے ہماری آنکھوں کے سامنے کوئی پردہ حجاب یا کوئی رکاوٹ آجائے تو پردہ کے پیچھے ہماری آنکھوں کو نظر نہیں آتا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کے لئے ان حجابات کی کوئی حیثیت نہیں تھی آپ جس طرح زمین کی اوپر کی اشیاء کو دیکھ لیتے تھے اس ہی طرح زمین کی اندر کی اشیاء کو بھی بغیر کسی خوردگی وغیرہ کے دیکھ لیا کرتے تھے جیسے آپ نے یہاں اس حدیث میں قبر کے اندر ان دونوں اشخاص کے عذاب کو دیکھ لیا لہذا اب کون کہہ سکتا ہے کہ حضور ہماری طرح کے بشر ہیں ہماری تو کیا حقیقت ہے حضور سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بڑے بڑے اولو العزم پیغمبر اور خدا کی نورانی مخلوق حتیٰ کے جبراً سیل امین جیسا فرشتہ بھی آپ کی برابری نہیں کر سکتا یہی وجہ ہے کہ معراج کی رات جبراً سیل بھی یہ کہ کے پیچھے رہ گئے کہ لودنوت انملتہ لاحترقت کہ اگر میں ایک

پورے برابر بھی آگے بڑھوں گا تو جل جاؤں گا لیکن میرا نبی اس ہی مقام ارفع و اعلیٰ پر خراماں خراماں مسکراتا ہوا تشریف لے گیا معلوم ہوا کہ کائنات میں کوئی مصطفیٰ کی برابری نہیں کر سکتا۔

۳۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جو حضور نے فرمایا کہ یہ ٹھنڈیاں جب تک تو تازہ رہیں گی ان کا عذاب ہلکا ہو جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک وہ تو تازہ ہیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی رہیں گی جس سے مردے کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر جو تلاوت کی جائے یا تسبیح چالیسوائ سو مم عرس وغیرہ میں جو قرآن پاک اور کلمہ درود وغیرہ پڑھا جاتا ہے اس سے بدرجہ اولیٰ مردہ کو ثواب پہنچے گا اور اس کا عذاب ہلکا ہو گا اور اگر وہ اللہ کا مقرب بندہ ہے تو اس پڑھنے سے اس کے درجے بلند ہو جائیں گے۔

۴۔ اشہد المعلمات میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ جب بزرگی کی تسبیح سے مردہ کا عذاب ہلکا ہو جاتا ہے تو یقیناً تو تازہ پھولوں کی تسبیح سے بھی مردہ کا عذاب ضرور ہلکا ہو گا اور اس کے درجات بلند ہوں گے لہذا اس حدیث سے قبروں پر پھولوں کا ڈالنا بھی ثابت ہو گیا بلکہ مرقاۃ میں ملا علی قاری نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ پھولوں کا قبروں پر ڈالنا سنت ہے۔

۵۔ بعض گناہوں کو معمولی سمجھ کر اس کو اختیار نہیں کر لینا چاہئے وہ آخرت میں بڑے عذاب کا باعث بن سکتے ہیں دیکھو چغل خوری اور پیشتاب کے چھینٹوں سے بچنا کتنی معمولی سی بات ہے کہ آدمی اگر کوشش کرے تو اس سے نفع سکتا ہے لیکن ان دونوں اشخاص نے ان چیزوں کا خیال نہیں کیا تو یہی آخرت میں عذاب اللہ کا اور غصب خداوندی کا باعث بن گئیں اسی طرح دیگر گناہوں کو بھی معمولی نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ ہر گناہ کو اہم سمجھ کر اس سے بچنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔

حدیث نمبر ۱۰

قالت انى رائیت انه خرج منى نور اضافت لـ

(مسند احمد / دارمی / حاکم / بیہقی / ابو نعیم /)

(خصائص کبریٰ ج ۱، ص ۶۲)

ترجمہ:- حضرت عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ (حمور کی ولادت کے وقت) میں نے دیکھا کہ مجھ سے نور نکلا جس کی وجہ سے شام کے محلات (مجھ پر) روشن ہو گئے۔

فواہد:- اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوئے.....

- اس سے ثابت ہوا کہ حضور نور ہیں آپ کی حقیقت نورانی ہے اور دیگر معتبر احادیث کی رو سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے نور کو اس وقت پیدا فرمایا جب عالم میں کوئی شے موجود نہیں تھی سب سے پہلے اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو وہ ہمارے آقا کے نور کو پیدا فرمایا اور بارہ ربع الاول کو وہ نور انسانی لباس اور بشری پیکر میں اس عالم رنگ و بو کے اندر جلوہ گر ہو گیا۔

- دنیا میں انسان کتنی پاور کے ہندے جلانے لیکن اس تیز ترین روشنی کے باوجود دیوار کے پیچھے کی چیز نظر نہیں آسکتی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور میں یہ خاصیت رکھ دی تھی کہ اس نور کے باعث کوسوں میل کے فاصلہ پر شام کے محلات حضرت بی بی آمنہ پر روشن ہو گئے اور ان کو نظر آنے لگے۔ تو جب اس نور کے صدقہ میں دوسروں کی نگاہوں سے غیب کے پردے اٹھ جاتے ہیں اور دور دراز کی غائب اور نگاہوں سے او جھل چیزیں نظر آنے لگتی ہیں تو پھر خود اس نور والی ذات پر بھلا کوئی غیب کب مخفی اور پوشیدہ رہ سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس نور جسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان الله رفع لى الدنيا فانا انظر اليها و الى ما هو كائن فيها الى يوم القيامته كانما انظر الى كفى هذا (زرقلی) کہ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کو اٹھا کر میرے سامنے کر دیا اور میں اس کو اور اس میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح اپنی اس

ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

۳۔ اس حدیث میں حضرت بی بی آمنہ نے اور کئی صحابیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے اس واقعہ کو ذکر کیا اس ہی کو میلاد منانا کرتے ہیں تو گویا انہوں نے نبی کا میلاد منیا اس سے ثابت ہوا کہ نبی کا میلاد منانا شرک یا بدعت نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ اور صحابہ کی سنت ہے اور چونکہ اسی واقعہ کو خصائص کبریٰ میں خود حضور کی زبانی بھی حدیث مرفوع کے طور پر بیان کیا گیا ہے اس لئے یہ ذکر ولادت اور میلاد شریف کا منانا خود حضور کی سنت بھی ہو جائے گی۔

۴۔ رب نے اپنے محبوب کی آمد پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور میلاد کی خوشی میں اپنے شایان شان اس طرح چراغاں فرمایا کہ ایک نور ظاہر فرمایا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ معلوم ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر چراغاں کرنا شرک یا بدعت نہیں بلکہ خود رب کائنات کی سنت ہے۔

حدیث نمبر ॥

عَنْ عَقِبَةِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ
يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أَحَدٍ صَلَوةً عَلَى الْمَيْتِ ثُمَّ
أَنْصَرَفَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ أَنِّي فِرْطٌ لَكُمْ وَإِنِّي
شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ وَإِنِّي لَا نَظَرَ إِلَى حَوْضِ الْأَرْضِ وَإِنِّي
أَعْطَيْتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنَ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ
وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ إِنْ تَشْرِكُوا بِعْدِي وَ
لَكُنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ كَمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب احمد بنہا، جلد دوم ص ۵۸۵)

ترجمہ:- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مدینہ سے باہر نکلے اور احمد کے شہیدوں پر اس طرح نماز پڑھی جس طرح نماز جنازہ

پڑھی جاتی ہے (یعنی دعا کی) پھر ممبر پر تشریف لائے اور فرمائے
گئے کہ میں تمہارا پیش خیمه ہوں میں تمہارا گواہ بھی ہوں اور میں
تو اس وقت بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے
خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں یا یوں فرمایا کہ زمین کی کنجیاں
دے دی گئی ہیں اور خدا کی قسم مجھے تم سے یہ ڈر نہیں کہ تم
میرے بعد مشرک بن جاؤ گے مجھ کو تو یہ ڈر ہے کہ تم دنیا میں نہ
پھنس جاؤ۔

فواہد:- اس حدیث مبارک سے چند فوائد حاصل ہوئے....

- گواہ وہ ہوتا ہے جو کسی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر گواہی دے حضور قیامت تک
آنے والی اپنی تمام امت کے گواہ ہیں جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا تو ثابت ہوا
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ شریف میں تشریف فرمایا ہو کے اپنی تمام امت
پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں اور ان کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں کوئی چیز حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں، جبھی تو وہ قیامت کے دن ہماری گواہی دیں گے۔

- نگاہ مصطفیٰ کی عظمت کا پتہ چل گیا کہ جب میرے آقامدینہ میں بیٹھ کر ساتوں
آسمانوں سے اوپر کے حوض کو دیکھ سکتے ہیں تو روضہ شریف میں تشریف فرمایا ہوتے
ہوئے دنیا میں پھیلے ہوئے اپنے غلاموں کو کیوں نہیں دیکھ سکتے...؟ الغرض عرش و فرش

ان کی نگاہوں کے سامنے ہے اور اس کی کوئی شے آپ کی نگاہوں سے او جھل نہیں۔

- کنجیاں مالک ہی کو دی جاتی ہیں جب حضور کو تمام زمین اور اس کے خزانوں کی
کنجیاں رب نے عطا فرمادیں تو اس سے معلوم ہوا کہ اب زمین اور اس کی ہر شے کے
اللہ کی عطا سے حضور مالک ہیں....

ان کے ہاتھ میں ہر کنجی ہے
مالک کل کھلاتے یہ ہیں
انا اعطینا کر الکوثر
ساری کثرت پاتے یہ ہیں

۴۔ زمین اور اس کے خزانوں میں تمام انسان حیوانات بنا تات جہادات تمام علوم و معارف ظاہری باطنی روحانی جسمانی تمام نعمتیں اور دولتیں آگئیں - پتہ یہ چلا کہ ان سب کے حضور مالک ہیں ہمارے جان و دل کے مالک بھی حضور ہیں - ہر علم و حکمت کے بھی حضور ہی مالک ہیں اب جس کو جو کچھ ملے گا وہ در مصطفیٰ سے ملے گا۔

۵۔ ظاہر ہے جو کسی چیز کا مالک ہوتا ہے تو وہ چیز اس ہی سے مانگنے باتی ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے تمام زمین اور اس کے خزانوں کی سنجیاں اپنے محبوب کو دیکے سب چیزوں کا مالک اپنے محبوب کو بنا دیا تو اب جو کچھ مانگا جائے گا وہ حضور کے ہی در سے مانگا جائے گا۔ اس ہی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان کے گناہوں کی معافی مانگنے کے لئے حضور کے ہی در پر بھیجا اور قرآن میں حکم دیا کہ حضور کے در پر حاضر ہو کر حضور کی سفارش لے کر آؤ پھر مجھ سے بخشش طلب کرو تو میں تمہیں معاف کروں گا اور حضور سے رب نے فرمایا کہ **وَإِمَّا مَا سَأَلْتُكُمْ فَلَا تُنَهِّرُوهُ** کہ کسی سائل کو جھڑکیں نہیں معلوم ہوا کہ حضور سے مانگنا نہ شرک ہے اور نہ حرام بلکہ اس ہی میں رب کی رضا اور رب کی عطا مضر ہے ۔ آج چھوٹی چھوٹی باتوں پر کفر و شرک کے فتوے لگادئے جاتے ہیں کسی نے تیجہ کر لیا تو شرک چالیسوں کر لیا تو شرک عرس کر لیا تو شرک مزارات اولیاء پر چلا گیا تو شرک حضور کا وسیلہ پکڑ لیا تو شرک، حالانکہ یہ سب غلط ہے ان میں سے کوئی شرک نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمادیا کہ میں اس سے نہیں ڈرتا کہ تم مرے بعد شرک کرو گے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں شرک کہیں نہیں ہو گا اور یہ کام شرک نہیں اگر کوئی کہتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بات کہنے پر اس کا قول معتبر نہیں ۔

۶۔ حضور نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ تم دنیا میں نہ پھنس جاؤ اس سے حضور کا علم غیب ثابت ہوتا ہے کہ آج واقعی مسلمان دنیا میں پھنس کر اپنے دین سے غافل ہوتا چلا جا رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سینکڑوں سال پہلے ان حالات کو دیکھ رہی تھی اور جو حضور نے فرمایا وہ یقین نکلا ۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ دنیا میں اتنا منہمک نہ ہوں کہ دین سے غافل ہو جائیں

دُنیا میں پھنسنا اس ہی کو کہتے ہیں ہاں اگر دین کے احکامات اور حقوق اسلامی کو اداء کرتے ہوئے آدمی دُنیا کماتا ہے تو وہ اسلام میں معیوب نہیں بلکہ سنت رسول ہے اور عبادتِ الٰہی میں داخل ہے۔

حدیث نمبر ۱۲

فَصَعَدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوقَ الْبَيْوَتِ وَتَفَرَّقَ
الْفَلَمَانُ وَالخَدْمُ فِي الظَّرْقِ يَنَادُونَ يَا مُحَمَّدَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ يَا مُحَمَّدَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

(صحیح مسلم، جلد دوم ص ۳۱۹، باب حدیث المجرة)

ترجمہ:- حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرمائے میں داخل ہوئے تو مرد اور عورتیں گھروں پر چڑھ گئے اور بچے اور غلام گلی کوچوں میں بکھر گئے اور یہ نعرے لگاتے تھے یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ۔

فواہدہ:- اس حدیث سے چند فواہد حاصل ہوئے

۱- ہم اہل سنت والجماعت کا جو نعرہ رسالت کے بواب میں یا رسول اللہ کا نعرہ لگاتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ صحابہ کی سنت ہے اگر کوئی اس نعرہ کو حرام یا شرک کہتا ہے تو گویا وہ بالفاظ دیگر معاذ اللہ صحابہ کو مشرک کہہ رہا ہے کیونکہ یہ نعرہ تو صحابہ نے لگایا ہے۔ اس کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔

۲- اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ کے علاوہ کسی نبی یا ولی کو یا کہہ کے پکارنا شرک نہیں کیوں کہ یہاں صحابہ نے حضور کو یا محمد یا رسول اللہ کہہ کے پکارا لیکن حضور نے ان کو منع نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ یا کہہ کے کسی کو پکارنا شرک نہیں۔

۳- وَ تَفَرَّقَ الْعُلَمَانُ وَالخَدْمُ یعنی بچے اور غلام گلیوں میں پھیل گئے اور

نعرے لگنے لگے اس سے معلوم ہوا کہ کچھ لوگ حضور کے سامنے تھے اور کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے غائب تھے کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے تو کچھ دور تھے لیکن سب یا رسول اللہ کا نعرہ لگا رہے تھے معلوم ہوا کہ خواہ کوئی نبی سے قریب ہو یا دور خواہ کوئی روضہ شریف پر حاضر ہو یا اپنے ملک اور شریعت میں بیٹھا ہوا ہو حضور کو یا کہہ کے پکارے اور یا رسول اللہ کا نعرہ لگائے تو یہ شرک نہیں اور شریعت میں منع نہیں۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد کی خوشی میں صحابہ سڑکوں پر تھے، اس سے ثابت ہوا کہ اس عالم میں حضور کی آمد اور ولادت کی خوشی میں سڑکوں پر آکے جلوس نکالنا یہ صحابہ کی سنت ہے شرک و بدعت نہیں بلکہ یہ تو فرشتوں کی سنت ہے کیونکہ حضور کی ولادت پر فرشتوں کی بی بی آمنہ کے مکان سے لے کر آسمان تک لائی گئی ہوئی تھی اور وہ حضور کے میلاد کی خوشی میں جلوس کی شکل میں درود و سلام کے ہدئے پیش کر رہے تھے۔

حدیث نمبر ۱۳

عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریر البصر اتى
النبي صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ ان يعا
فيبني قال ان شئت اخرت لك و هو خير و ان
 شئت دعوت فقال ادعه فامرہ ان یتوضا فيحسن
 وضوئه و یصلی رکعتین و یدعو بهذا الدعاء
 اللهم انی استلک و اتوجه اليک شیخ محمد نبی
 الرحمة يا محمد انی قد تو جهت بک الى
 ربی فی حاجتی هنہ لتقضی لی اللهم فشفعه
 فی

سنن ابن ماجہ ص ۱۰۰ / جامع ترمذی جلد دوم ص ۱۹۸ / مجمع

الزواائد جلد دوم ص ۲۸۲ / متدرک امام حاکم جلد اول ص ۳۱۳
 / عمل الیوم والیلۃ لابن سنی ص ۲۹۶ / مند احمد جلد چہارم ص ۱۳۸
 (فتاویٰ ابن تیمیہ جلد سوم ص ۲۷۶)

ترجمہ:- حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک نایبنا صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی بینائی کے لئے دعا کی درخواست کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں تیری آخرت کی بھلائی (جنت) چاہوں اور یہ تیرے لئے بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو تیری بینائی کے لئے دعا کروں عرض کیا کہ آپ میری بینائی کے لئے دعا فرمائیں آپ نے اس سے فرمایا بہترین وضو کر کے دو رکعت ادا کرو پھر یہ دعا کرو اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں رحمت والے نبی محمد مصطفیٰ کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں یا محمد میں نے آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی بارگاہ میں دعاء مانگی ہے تاکہ میری حاجت پوری ہو جائے اے اللہ اپنے محبوب کی شفاعت اور سفارش میرے حق میں قبول فرم۔

فوائد:- امام ترمذی، ابن ماجہ، اور ابن تیمیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اس سے چند فوائد درج ذیل ہیں

- حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے صحابی کو سکھایا کہ مجھے یا محمد کہ کر پکارو اور اس صحابی نے حضور کی محفل سے دور ہٹ کر جہاں نماز پڑھی وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق یا محمد کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا۔ اس سے پتہ چلا کہ دور سے یا قریب سے حضور کو یا کسی ولی کو "یا" سے پکارنا شرک اور بدعت نہیں۔ اگر یہ شرک ہوتا تو حضور اس کو یہ طریقہ ہرگز نہیں بتاتے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ شرک پھیلانے کے لئے نہیں آئے بلکہ

شرک مٹانے کے لئے آئے ہیں لہذا اہل سنت والجماعت جو یا رسول اللہ کہتے ہیں اور لکھتے ہیں وہ عین نشاء رسول خدا ہے۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس صحابی کو طریقہ بتایا کہ میرا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کرو اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے وسیلے سے دعا کرنا اور آپ کا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا شرک نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا عقیدہ ہے بلکہ یہ قرب الہی کا موجب اور دینی دنیوی آفات سے نجات اور مشکلات کے حل کا ذریعہ ہے دیکھو جیسے ہی اس صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کیا اس کی بینائی واپس آگئی۔

۳۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ^{غیر اللہ} سے مدد طلب کرنا بھی جائز اور سنت ہے۔

حدیث نمبر ۱۳

قال عروه وثوبیه مولاہ لابی لہب کان ابو لہب
اعتقها فارضعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فلما مات ابو لہب اریه بعض اهله بشر حیبه
قال له ما ذالقيمت قال ابو لہب لم الق بعدكم

خیرا انی سقیت فی منه بعثاقتنی ثوبیه

(صحیح بخاری، کتاب النکاح باب دامحا کم الاتی ار معنکم)

(جلد دوم ص ۶۳)

ترجمہ۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ثوبیہ ابو لہب کی لونڈی ہے ابو لہب نے اس کو آزاد کیا تھا تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا پس جب ابو لہب مر گیا تو اس کو اس کے گھروالوں نے خواب کے اندر برے حال میں دیکھا پوچھا کہ کیا گذری ابو لہب نے کہا تم سے جدا ہو کر مجھے کوئی خیر نہیں پہنچی ہاں مجھے اس کلمہ کی انگلی سے یاں ملتا ہے کیونکہ

میں نے ثوبیہ لونڈی کو آزاد کیا تھا۔

فواہد:- اس حدیث سے میلاد شریف کے منانے کی عظمت اور افادیت کا پتہ چلتا ہے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حسن المقصد فی عمل المولد میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ابو الحب اتنا بدترین کافر ہے کہ اس کی مذمت میں پوری سورۃ قبیت یہا ابی لہب نازل ہوئی تھی لیکن جب ثوبیہ لونڈی نے اس کو حضور کی ولادت کی خبر دی تو اس نے خوشی میں اس لونڈی کو اپنے انگلی کے اشارہ سے آزاد کر دیا تو اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے دوزخ میں اس کے عذاب کو ہلکا کر دیا اور میلاد کی خوشی منانے کے صدقے میں اس ہی انگلی سے اس کو سیراب فرمایا تو پھر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام نبی کا امتی ایک موحد جب اپنے آقا کی ولادت کی خوشی منائے گا وہ کس قدر اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کا مستحق ہو گا حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس خوشی منانے کی یہ جزا عطا فرمائے گا کہ اس کو اپنے فضل سے جنت میں داخل کر دے گا۔ (حسن المقصد فی عمل المولد ص ۶۶)

یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء نے اپنے اپنے زمانوں میں حضور کی آمد سے قبل حضور کی ولادت کا ذکر کر کے حضور کا میلاد منایا حضرت عیینی علیہ السلام کے متعلق تو قرآنکی آیت موجود ہے و مبشر ابر رسول یاتی من بعدی اسمہ احمد حضور کی ولادت کے بعد تمام صحابہ نے بڑے بڑے اولیاء علماء اور صحاباء نے اپنے اپنے زمانوں میں حضور کی ولادت کے ذکر کی محفلیں سجائیں اور میلاد پر خوشیاں منائیں۔
 حتیٰ کے خود رب کائنات نے اپنے محبوب کے میلاد کی خوشی منائی وہ اس طرح کہ حضور جس زمانہ میں پیدا ہوئے سارا سال زمین کو قحط اور خشک سالی سے نجات عطا کر کے سربز و شاداب کرویا ہے آب و گیاہ زمین کو شادابی اور ہریالی سے معمور کرویا
 حتیٰ کے وہ سال عرب کے اندر سنتہ الفتح والد بتھاج یعنی فتح و نصرت اور خوشحالی کا سال کھلانے گا۔ (خصائص کبریٰ ۲۷)

ہم حضور کے میلاد کی خوشی میں لذو اور شیرنیاں کھانے وغیرہ تقسیم کرتے ہیں
 رب نے اپنے محبوب کے میلاد کی خوشی میں لڑکے تقسیم فرمائے اور دنیا بھر کی عورتوں

نے اس سال کوئی لڑکی نہیں جنی صرف لڑکے ہی لڑکے جنے (انوار محمدیہ تہماني ۲۲)

ہم اس خوشی میں گلیوں اور بازاروں اور گھروں میں چراغاں کرتے ہیں رب
نے اس خوشی میں ایسا چراغاں فرمایا کہ مشرق و مغرب سب روشن ہو گئے چنانچہ حضرت
لبی آمنہ فرماتی ہیں کہ حضور کی پیدائش کے وقت ایسا نور نکلا جس سے شرق تا غرب
سب آفاق روشن ہو گئے (طبقات ابن سعد جلد اول ص ۱۰۳)

میلاد کی خوشی میں ہم جھنڈیاں بھی لگاتے ہیں یہ بھی رب کی سنت ہے
حضرتلبی آمنہ فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ تمین جھنڈے ہیں ایک مشرق میں گاڑا گیا
دوسرامغرب میں اور تیرا پر چم خانہ کعبہ کی چھت پر لرا دیا گیا (انوار محمدیہ تہماني ص
۳۳ / سیرۃ الحلیۃ ص ۱۰۹)

خود حضور سرور کائنات نے بھی اپنا میلاد پاک منایا، صحابہ نے پوچھا یا رسول
اللہ آپ کا روزہ کیوں رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا فیه ولدت و فیه انزل
علی (مسلم / مسند احمد / ابو داؤد) کہ اس میں میں پیدا ہوا ہوں اور اس ہی دن مجھ پر
وھی نازل کی گئی ہے اس ہی طرح حدیث میں آتا ہے کہ حضور نے اعلان نبوت کے
بعد اپنی طرف سے عقیقہ فرمایا۔ (سنن کبریٰ، یہ حقیقت جلد نہم ص ۳۰۰) اس پر علامہ جلال
الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ حضور کا عقیقہ آپ کے دادا نے آپ کی ولادت کے ساتویں
سال کر دیا تھا اور عقیقہ دوبارہ نہیں ہوتا یہ در حقیقت حضور نے بکرے ذبح کروا کے جو
فقراء کو کھانا کھلایا یہ سب کچھ اپنے میلاد کے سلسلہ میں اظہار تشکر کے طور پر آپ نے
ایسا فرمایا ہے لہذا حضور کی میلاد کی خوشی میں کھانا کھلانا یہ خود حضور کی سنت بھی ہے
(حسن المقصود ص ۶۵ / الحادی للفتاویٰ للسیوطی ص ۱۹۳)

یہ صحابہ کی سنت بھی ہے چنانچہ ایک دفعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عن
اپنے گھر میں لوگوں کے سامنے حضور کی ولادت کے واقعات بیان کر رہے تھے اور اس پر
خوشی و مسرت کا اظہار کر رہے تھے اور خدا کا شکر بجالار ہے تھے اور حضور پر درود و
سلام پڑھ رہے تھے (جیسا کہ آج کل ہم میلاد شریف کی محفل میں کرتے ہیں) اچانک
حضور اس طرف تشریف لے آئے اور حضرت عباس کو دیکھ کر فرمایا میری شفاعت

تمہارے لئے حلال ہو گئی۔ (رسول الکلام، سید احمد محمد دیدار علی بحوالہ تنوری فی مولد ابشر ص ۳۹)

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد پر خوشی منانے والا حضور کی شفاعت کا مستحق بن جاتا ہے۔

بڑے بڑے محققین علماء اور اولیاء نے بھی میلاد منیا چنانچہ محدث ابن جوزی کہتے ہیں مسلمان ان محافل میلاد کے ذریعہ اجر عظیم اور بڑی روحانی کامیابی حاصل کرتے ہیں (المیلاد النبوی ص ۵۸) امام نووی فرماتے ہیں کہ میلاد کی خوشیاں منانے سے حضور کی محبت اور تعظیم کا اظہار ہوتا ہے (الباعث علی انکار البدع والحوادث ص ۱۲) ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ میلاد شریف کا مقصد اگر حضور کی محبت اور تعظیم ہے تو پھر اس عمل پر اللہ تعالیٰ اجر و ثواب عطا فرماتا ہے (اقضاء الصراط المستقیم ص ۲۹۲) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے والد شاہ عبد الرحیم کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ ہر سال میلاد شریف پر کھانے کا اہتمام کرتے تھے ایک سال کھانے کا انتظام نہ ہو سکا تو انہوں نے بھنے ہوئے چنے لے کر میلاد کی خوشی میں اس ہی کو تقسیم کر دیا رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی خوشی کی حالت میں تشریف فرمائیں اور آپ کے سامنے وہ ہی چنے رکھے ہوئے ہیں (الدر الشیعیں ص ۳۰)

حضرت حاجی امداد اللہ مهاجر کی فرماتے ہیں کہ فقیر کا مشرب یہ ہے کہ مiful مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۹)

بہر حال ثابت ہو گیا کہ میلاد شریف منانا علماء صوفیاء و صلحاء صحابہ انبیاء مرور انبیاء بلکہ خود رب دوسرا کی سنت ہے اور گناہوں کی بخشش مغفرت اور دینی دینیوی مصائب و مشکلات کے حل کا ذریعہ ہے۔

حدیث نمبر ۱۵

قال ابو بکر قد سئل تد عن ذالک فقدمت اليه و

قلت له بابی انت و امو انت احق بہا

(مشکواۃ بحوالہ مسند احمد، کتاب الایمان، الفصل الثالث، ص ۱۶)

ترجمہ:- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ابو بکر نے مجھ سے کہا کہ اس مسئلہ کے بارے میں میں نے حضور سے پوچھ لیا تھا تو (یہ خوشخبری سن کر) میں کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان جائیں آپ ہی اس کے لائق ہیں۔

فوائد:- اس حدیث سے ایک بہت اہم چیز ثابت ہو گئی وہ یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کسی مسئلہ کے بارے میں پریشان تھے کہ حضور کا وصال ہو گیا اور میں اس اہم مسئلہ کو حضور سے دریافت نہ کر سکا یہ سن کر جب حضرت ابو بکر نے ان سے کہا کہ میں نے اس مسئلہ حضور سے دریافت کر لیا تھا تو یہ خوشخبری شکر حضرت عثمان یکدم کھڑے ہو گئے اس سے ثابت ہوا کہ کسی خوشخبری پر کھڑے ہو جانا یہ صحابہ کی سنت ہے تو میلاد شریف کی محفلوں میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور اس دنیا میں آپ کی تشریف آوری کی خوشخبری دی جاتی ہے میلاد مصطفیٰ کے مژده جاں فراء سے شاد کام کیا جاتا ہے تو اس عظیم خوشخبری کے موقع پر اگر مسلمان کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھ لیں تو یہ کوئی شرک و بدعت نہیں بلکہ حدیث بالا کی روشنی میں صحابہ کی سنت ہے جب ایک مسئلہ کے معلوم ہونے کی خوشخبری پر صحابہ کھڑے ہو جاتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشخبری تو دنیا کی سب سے بڑی خوشخبری ہے اس عظیم خوشخبری پر اگر مسلمان کھڑا ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھ لے تو کون سا حرام کام ہو گیا۔ بلکہ ذکر مصطفیٰ کی تعظیم کے باعث وہ اللہ کی بارگاہ سے بے پناہ اجر و ثواب کا مستحق نہ ہرگیا۔

تعجب ہے بعض لوگ اس کھڑے ہونے کو بھی ناجائز بتاتے ہیں حالانکہ صحابہ کے اس فعل کو دیکھتے ہوئے بڑے بڑے علماء اور محققین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر قیام کیا ہے اگر یہ حرام ہوتا تو وہ کیوں کرتے چنانچہ امام تقی الدین سجی

اپنے وقت کے بہت بڑے امام گزرے ہیں ایک دفعہ ان کی محفل میں ایک نعت خواں
 نے حضور کی تعریف اور شناع میں دو شعر پڑھے جس کو سنکر امام تقی الدین سُکی اور آپ
 پاس بیٹھے ہوئے سینکڑوں علماء یکدم کھڑے ہو گئے اور ان کو دیکھ کر سب حاضرین مجلس
 کھڑے ہو گئے۔ (تفیر روح البیان پارہ ۲۶، زیر آیت محمد رسول اللہ)

اس ہی طرح حضرت حاجی امداد اللہ مهاجرؒ کی فرماتے ہیں کہ میلاد کی محفل
 کے اندر قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں معلوم ہوا کہ حضور کے ذکر کی تعظیم میں
 محبت کے اندر کھڑے ہو جانا یہ شرک نہیں بلکہ صحابہ اور اولیاء کا طریقہ ہے۔ بلکہ اگر
 غور کیا جائے تو درود و سلام پر کھڑا ہونا یہ تو فرشتوں کا طریقہ اور ان کی سنت ہے کیونکہ
 ایک آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "والصلوات صفا" کہ فرشتے صفات باندھے کھڑے
 ہوتے ہیں اور دوسری آیت میں فرمایا تمام فرشتے حضور پر درود بھیجتے ہیں معلوم ہوا کہ
 صفات باندھے فرشتے بھی صفات میں کھڑے ہوئے حضور پر درود و سلام بھیجتے ہیں لہذا
 کھڑے ہو کر سلام بھیجننا ملائم کہ کا طریقہ اور ان کی سنت ہوا۔

٣٧
حدیث نمبر ۱۶

قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من سن فی
الاسلام حسنة فعمل بھا بعده کتب له
مثلاً اجر من عمل بھا ولا ينقص من اجرورهم
شیئی و من سن فی الاسلام سنته سینتھ فعمل
بھا بعده کتب علیہ وزر من عمل بھا ولا ينقص
من اوزار هم شئی

صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳ - مکملۃ المسانع ص ۳۳

ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے
اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا پھر اس طریقہ پر اس کے بعد
عمل بھی کیا گیا تو جتنا اجر اس طریقہ پر عمل کرنے والے کو ملے گا
اتنا ہی اجر طریقہ ایجاد کرنے والے کو بھی ملے گا اور عمل کرنے
والے کے اجر میں سے ذرہ برابر بھی کمی نہ کی جائے گی۔ اور
جس شخص نے اسلام میں برا طریقہ ایجاد کیا پھر اس کے بعد اس
برے طریقے پر عمل بھی کیا گیا تو جتنا گناہ عمل کرنے والے کو ملے
گا اتنا ہی گناہ طریقہ ایجاد کرنے والے کو بھی ملے گا اور عمل
کرنے والوں کے گناہ میں ذرہ برابر بھی کمی نہ کی جائے گی۔

فواہدہ:- اس حدیث مبارکہ سے بدعت کی حقیقت اور اس کی تفصیل معلوم ہو گئی۔
اور یہ بات ثابت ہو گئی کہ ہر نیا کام جسے عربی میں ”بدعت“ کہتے ہیں وہ ناجائز یا حرام
نہیں ہوتا بلکہ حدیث بالا کی روشنی میں بعض نئے کام ایسے بھی ہوتے ہیں جو قرآن و
حدیث کے خلاف نہ ہوں بلکہ کسی دینی اور نیک مقصد کے لئے نکالے گئے ہوں وہ نئے
کام بدعت سمجھنے کھلاتے ہیں اور موجب اجر و ثواب ہوتے ہیں۔ دیکھو دینی کاموں کے
لئے کار، ریل، ہوائی جہاز کا استعمال قرآن کریم میں اعراب، مساجد کے مینار، دینی

مدارس کی موجودہ شکل، یعنی مخصوص نصاب اس باق اور پیریٰ کا تعین اور مختلف امتحانات اور ان کے مختلف طریقے، تصوف اور طریقت کے باریک مسائل اصول حدیث، اصول فقہ یہ سب وہ "بدعات" ہیں جو حضور اور صحابہ کے زمانہ میں نہیں تھیں لیکن اس کے باوجود اس کے اچھے اور جائز ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ اگر ہر نئی چیز اور بدعت حرام ہوتی تو یہ سب چیزیں حرام ہونی چاہئے معلوم ہوا کہ ہر بدعت ناجائز اور حرام نہیں ہوتی بلکہ وہ ہی بدعت اور نئی چیز حرام ہوتی ہے جو قرآن و سنت کے مخالف ہو۔ اور کل بدعتہ ضلالتہ میں حضور نے ایسی ہی بدعت کو گراہی اور ضلالتہ فرمایا ہے۔

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو کہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبد الرحمن سے روایت ہے کہ ثم خرجت معه ليله اخري والناس يصلون بصلواة قار هم قال عمر نعمۃ البدعة هذه (صحیح بخاری ج ار ص ۲۶۹) یعنی حضور کے زمانہ میں صرف رمضان میں تین راتیں نماز تراویح جماعت سے پڑھائی گئی اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں تراویح پڑھی حضرت ابو بکر کے دور میں بھی یہی صحابہ کا طریقہ رہا لیکن حضرت عمر کے دور میں حضرت عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ میں دوسری رات حضرت عمر کے ساتھ اس طرف نکلا تو دیکھا کہ لوگ حضرت ابی بن کعب کی امامت میں ایک ہی قرائت میں یکجا ہو کر نماز تراویح جماءت سے ادا کر رہے ہیں تو حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ کتنی اچھی بدعت ہے اگر ہر نیا کام اور بدعت حرام ہوتی تو تراویح بھی حرام ہونی چاہئے لیکن حضرت عمر نے اس کو اچھی بدعت کہا معلوم ہوا کہ بری بدعت حرام اور ناجائز ہوتی ہے اور اچھی بدعت جائز ہوتی ہے۔ لہذا تجھے چالیسوال گیارھویں عرس شبینہ اذان سے پہلے درود وغیرہ اگر بالفرض بدعت بھی ہوں تو اچھی بدعت ہونے کی وجہ سے جائز اور مستحسن اور لائق ثواب ہیں۔

حدیث نمبر ۷۱

قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ

خُلُقُ الْعَلْقِ فَجَعَلْنِي فِي خَيْرٍ فَرَقْتُهُمْ ثُمَّ خَيْرٌ
 الْقَبَائِلِ فَجَعَلْنِي فِي خَيْرٍ ثُمَّ خَيْرُ الْبَيْوَتِ
 فَجَعَلْنِي فِي خَيْرٍ بَيْوَتِهِمْ فَإِنَّا خَيْرٌ هُمْ نُفَسَا وَ
 خَيْرُهُمْ بَيْتًا وَفِي رِوَايَتِهِ فَإِنَّا خَيْرٌ هُمْ نُسْبَا وَخَيْرٌ
 هُمْ بَيْتًا۔

(جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۲۳)

ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھ کو ان میں سے بہترین گروہ میں شامل فرمایا پھر قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ عطا فرمایا جب گھرانے بنائے تو مجھے ان میں سے اعلیٰ گھرانہ عطا فرمایا میں از روئے ذات اور گھرانہ کے سب سے افضل ہوں۔ اور ایک روایت میں آپ نے فرمایا کہ میں از روئے نسب اور گھرانے کے سب سے افضل ہوں۔

فائدة:- جب اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب اور خاندان سب سے افضل ہے تو یہ ثابت ہو گیا کہ حضور کے والدین کریمین بھی مسلمان تھے اور دین فطرت پر قائم و دائم تھے کیونکہ کافر افضل نہیں ہوتا جب کہ حضور ان کو افضل فرمارہے ہیں پتہ چلا کہ یہ بھی مسلمان تھے۔ لہذا جو لوگ معاذ اللہ حضور کے والدین کریمین کو کافر کہتے ہیں وہ سخت بے ادبی کرتے ہیں اور آپ کی اس حدیث کے خلاف بات کرتے ہیں۔ اور ان کا یہ قول حضور کی اس حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل فرمایا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو کہ آپ کے والدین کریمین بلکہ آپ کے آباء و اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب شرک کی نجاست سے پاک تھے سب مسلمان تھے کیونکہ قرآن و حدیث کے ارشاد کے مطابق انما المشرکون جنس شرک ایک نجاست ہے۔ اگر یہ شرک ہوتے اور ان میں شرک کی نجاست ہوتی تو

حضور یہ کبھی نہ فرماتے کہ میں پاکیزہ اصلاب سے پاکیزہ ارحام میں منتقل ہوا۔ جب کہ امام طبرانی نے "المجمع الاوسط" میں حضرت عائشہ نے یہ حدیث بھی نقل کی کہ حضور کی دعا پر اللہ تعالیٰ نے حضور کی والدہ کو زندہ فرمایا جنہوں نے حضور کا کلمہ پڑھا اور پھر عالم برزخ کو چلی گئی۔ اسی طرح حضور کے والد کے متعلق بھی ایسی ہی روایت آئی ہے اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ معاز اللہ پہلے وہ کافر تھے پھر ان کو مسلمان کیا گیا بلکہ وہ مسلمان تو پہلے سے ہی تھے لیکن ان کو زندہ کر کے حضور کا کلمہ پڑھوا کر دراصل صحابیت کا اعلیٰ درجہ دلانا مقصود تھا جو حضور کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ مرتبہ عطا فرمادیا۔ علامہ آلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی (ج ۲ ص ۳۳۲) میں فرماتے ہیں کہ کسی کے والدین کو کافر کہنا اس کو سخت ایذا پہنچانا ہے تو اگر تم نبی کے والدین کو کافر کو گے تو نبی کو ایذا پہنچا رہے ہو اور قرآن و حدیث کے مطابق نبی کو ایذاء پہنچانے والے پر خدا کی دنیا آخرت میں لعنت ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو ایسا کہتا ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ خود کافرنہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی گستاخی اور ایسے گستاخانہ عقیدے سے بچائے۔

ایک حدیث کے مطابق حضور نے جس دسترخوان سے اپنا ہاتھ پونچھ لیا اس دسترخوان کو آگ نے نہیں جلایا۔ تو جس پیٹ میں اللہ کا نبی نو مہینہ رہا وہ ماں جنم کی آگ میں کیسے جا سکتی ہے۔ ہرگز یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ معاز اللہ حضور کے والدین کفر کے باعث جنم میں جائیں گے۔

اگر کسی روایت میں اس قسم کی کوئی بات آئی بھی ہے کہ حضور کے والد کافر ہیں تو اس سے مراد حضور کے پیچا ابوطالب، میں جو آخر تک ایمان نہیں لائے تھے اور عرف عام میں اکثر پیچا کو بھی "یا بیا" کہلایا جاتا ہے لہذا پیچا اس سے مراد ہیں حضور کے والدین کریمین اس سے مراد نہیں وہ مومن ہیں اور جنت میں جائیں گے ان کے لئے کوئی عاشق رسول کفر اور جنم کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

بعض روایات میں یہ جو آتا ہے کہ حضور کو اپنی والدہ کے لئے استغفار کرنے کی اجازت نہیں ملی اس سے بھی ان کا کفر ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ

حضور کے والدین ایام فترت میں تھے اس وقت نجات کے لئے صرف عقیدہ توحید کافی ہوتا ہے کسی شریعت اور احکام الہی کا وجود نہیں تھا کہ اس کے نہ کرنے پر کوئی گناہ گار بنے لے لیا ان کے حق میں استغفار کا اذن نہیں ہوا اماکہ کہیں کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ وہ گنگار تھے اس وہم کو ختم کرنے کے لئے رب نے ان کے استغفار کی حضور کو اجازت نہیں دی۔

(۲) اس حدیث میں حضور نے اپنی ولادت اور اپنے خاندان کا ذکر فرمایا اس کو "محفل میلاد" کہتے ہیں معلوم ہوا کہ محفل میلاد منانا اور اس میں حضور کی ولادت کے حالات اور واقعات بیان کرنا یہ خود حضور کی سنت ہے۔ اور جو حضور کی سنت پر عمل کرے گا وہ معاذ اللہ گنگار نہیں ہو گا بلکہ اجر و ثواب کا مستحق ہو گا اور اللہ اور اس کے رسول کا قرب حاصل کرے گا۔ لہذا محفل میلاد منعقد کرنا قرب خدا اور قرب مصطفیٰ کا باعث ہے۔

حدیث نمبر ۱۸

عَنْ جَابِرِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى سَعْدِ بْنِ مَعَاذِ حَبِيبٍ تَوْفِيَ فَلَمَّا
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ و
وَضَعَ فِي قَبْرِهِ وَسُوِّيَ سَبْحَنَ اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّحْنَا طَوِيلًا ثُمَّ كَبَرَ فَكَبَرْنَا
فَتَمَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) لَمْ
سَبَّحْنَاهُ ثُمَّ كَبَرْتَ فَقَالَ لَقَدْ تَضَايِقَ عَلَى هَذَا
الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرَهُ حَتَّى فَرَجَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
عَنْهُ۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۶ - مشکوٰۃ شریف ص ۳۶)

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ

فرماتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہاں گئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کی قبر پر مٹی ڈال دی گئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح پڑھنی شروع فرمادی تو ہم نے بھی کافی دیر تک تسبیح (یعنی سبحان اللہ) پڑھی پھر آپ نے تکبیر پڑھی (یعنی اللہ اکبر) کہنا شروع کیا تو ہم نے بھی یہی کہنا شروع کر دیا۔ پھر حضور سے عرض کیا گیا کہ آقا آج آپ نے پہلے تسبیح اور پھر تکبیر کیوں پڑھی تو آپ نے فرمایا اس نیک بندے پر قبر نگہ ہو گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس نیک بندہ پر قبر کو کشادہ کر دیا۔

فواہد:- اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوئے۔

(۱) اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ زندوں کی تسبیح و تقدیس کا مردوں کو فائدہ ہوتا ہے، اللہ اذ تجہ، چالیسوں، دسوں، بیسوں، عرس فاتحہ وغیرہ میں جب کلمہ کلام درود شریف اور قرآن پاک پڑھا جائے گا تو یقیناً اس کا ثواب مردہ کو پہنچے گا اور اس کو قبر اور شریف ضرور فائدہ حاصل ہو گا۔ اگر گنگار ہوا تو گناہ مٹتے چلے جائیں گے اور ولی ہوا تو اس کے درجہ بلند ہو جائیں گے اسی لئے امام طبرانی نے حضرت انس سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نے فرمایا میری امت پر اللہ کی بڑی رحمتیں ہیں کہ میری امت کے کچھ افراد اپنی قبروں میں گناہوں کے ساتھ جائیں گے لیکن جب قبروں سے نکلیں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہو گا۔ اور ان کے گناہوں کی یہ تاریکی زندہ مومنوں کی ان کے لئے بخشنش کی دعاؤں کی وجہ سے چھٹ جاتی ہے۔ (شرح الصدور۔ سیوطی ص ۲۸)

(۲) اس حدیث سے دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ قبر پر تسبیح و تکبیر کرنے سے اس کی قبر کی تکلیف ختم ہو جاتی ہے اور قبر کشادہ ہو جاتی ہے۔ اللہ اذ اگر قبر پر اذان دی جائے تو اس میں بھی چونکہ تکبیر ہوتی ہے اس لئے اس کے باعث اللہ تعالیٰ اس مردہ پر اس کی قبر کو کشادہ فرمادے گا۔ اس کے علاوہ قبر پر اذان دینے میں اس حدیث پر بھی عمل ہوتا

ہے کہ حضور نے فرمایا لقنو اموتا کم لا الہ الا اللہ (مشکواۃ کتاب الجنائز) کہ اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ لہذا جب اذان میں لا الہ الا اللہ وہ سنے گا تو یہ سن کر اسے کلمہ یاد آجائے گا اور وہ منکر نکیر کے سوالوں کے جواب میں یہ کلمہ پڑھ کر سرخو اور کامیاب ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ مشکواۃ شریف کی متعدد احادیث میں آتا ہے کہ ”اذان“ سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ اس سے دل کی وحشت اور گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے اس سے رنج و غم مٹ جاتا ہے (مشکواۃ باب الاذان) جب کہ قبر میں اس وقت انہی چیزوں کی اشد ضرورت ہوتی ہے کہ اس وقت سوال و جواب کے وقت شیطان بھی پاس نہ آئے اور قبر کی نئی جگہ میں وحشت اور گھبراہٹ بھی ختم ہو جائے اور دنیا اور سب گھروالوں کے چھوڑنے کا غم بھی ختم ہو جائے تو یہ سب چیزیں اذان سے حاصل ہو جائیں گی اس لئے قبر پر اذان دینے کو علماء نے مستحسن اور مستحب فرمایا ہے۔

(۳) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرح بشر نہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ طاقت اور ان کی آنکھوں میں وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ وہ قبر کے اندر کا حال بھی اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرمائیتے ہیں اور ان کے لئے کوئی چیز حجاب نہیں۔ لہذا آج اگر وہ روضہ انور میں تشریف فرمائیں تو ہم غلاموں کو یقیناً ”دیکھ رہے ہیں اور ہماری فریاد کو سن بھی رہے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۹

ان سعد بن عبادۃ توفیت امہ وہ غائب عنہا
فقال یار رسول اللہ ان امی توفیت وانا غائب عنہا
اینفعها شئی ان تصدقت به عنہا قال نعم قال
فانی اشہدک ان حائطی المحراف صدقہ
علیہا۔

صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۶ رسانی کتاب الوصایا و ترمذی کتاب الزکوۃ)

ترجمہ:- حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ان کی عدم موجودگی میں فوت ہو گئی تو انہوں نے عرض کیا کہ یار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری مال کا انتقال میری عدم موجودگی میں ہوا ہے اگر میں کوئی چیزان کی طرف بے صدقہ کروں تو انہیں اس کا کچھ فائدہ ہو گا۔ حضور نے فرمایا ہاں....! تو انہوں نے عرض کیا کہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا "مخraf" بلغ ان پر بے صدقہ ہے۔

فائدہ:- اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مال عبادات، صدقہ اور خیرات کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے۔ لہذا جب اس "مخraf بلغ" کا ثواب حضرت سعد بن عبادہ کی والدہ کو پہنچ سکتا ہے تو ہم جب گیارہویں، بارہویں، تیجہ، چالیسوائیں، معراج شریف، شب برائت اور کونڈوں وغیرہ میں جو انواع و اقسام کے طعام اور پھل فroot وغیرہ کا ثواب جو مرحومین کو پہنچاتے ہیں وہ بھی یقیناً ان کو ضرور پہنچے گا۔

چنانچہ دوسری ایک روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ خود سعد نے حضور سے دریافت کیا کہ میری مال کا انتقال ہو گیا ہے اس کے لئے کون سا صدقہ افضل ہے تو آپ نے فرمایا "پانی" تو حضرت سعد نے ایک کنوں کھدا دایا اور فرمایا یہ سعد کی مال کے لئے ہے۔ معلوم ہوا کہ انواع و اقسام کے طعام اور پھل فroot کے علاوہ پانی جیسی عام چیز کا ثواب بھی مردوں کو پہنچ جاتا ہے۔ لہذا حرم پر امام حسین کے نام پر شربت کی جو سبیلیں لگائی جاتی ہیں یقیناً" ان کا ثواب ان کی بارگاہ میں ضرور پہنچتا ہے اور ان کی رضا اور خوشنودی کا باعث بنتا ہے۔

(۲) ایک بات یہ بھی ثابت ہو گئی کہ کسی حلال غذا پر غیر کا نام لینے سے وہ حلال غذا حرام نہیں ہو جاتی۔ دیکھو اس بلغ پر اس کے پھل فroot پر اس کنوں کے پانی پر حضرت سعد نے فرمایا کہ یہ میری مال کے لئے ہے۔ لیکن وہ فroot اور پانی حرام نہیں

ہوا بلکہ سب نے اس کے پھل کھائے اور اس کنوں کا پانی پیا لہذا جو کھانا سامنے رکھ کر مردہ کو اس کا ثواب پہنچایا جاتا ہے اس سے وہ غذا طعام حرام نہیں ہو جاتی بلکہ وہ مزید برکت والا ہو جاتا ہے کیونکہ حضور کا ارشاد ہے کہ عند ذکر الصالحين تنزل الرحمة کہ صالحین کے ذکر کے وقت خدا کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین اپنے والد حضرت علی کے وصال کے بعد ان کی طرف سے غلام آزاد کیا کرتے تھے اور خود حضرت علی حضور کی طرف سے مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے۔ اگر یہ ثواب نہیں پہنچتا تو حضرت علی اور حسین کریمین ایسا کیوں کرتے۔ معلوم ہوا کہ ثواب پہنچتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۰

عَنْ عَقِبَى قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِى
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَمَاعَةِ الْأَعْرَابِ فَقَالَ السَّلَامُ
عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ سَمِعْتَ اللَّهَ يَقُولُ وَلَوْ
أَنْهُمْ أَذْظَلُمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفِرْ وَاللَّهُ
وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ الرَّسُولُ لَوْجَدُوا اللَّهَ تَوَبَا رَحِيمًا
وَقَدْ جَئْتُكَ مُسْتَغْفِرًا لِلنَّبِىِّ مُسْتَغْفِرًا بِكَ
إِلَى رَبِّيِّ ثُمَّ انشَدَ يَقُولُ

يَا خَيْرَ مَنْ ذَفَتْ بِالقَاعِ اعْلَمَهُ
فَطَابَ مَنْ طَيَّبَهُنَّ الْقَاعُ وَلَا كُمَّ
نَفْسٌ أَفْدَعَ لِقَبْرٍ إِنْتَ سَاكِنُهُ
فِيهِ الْعَفْوُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرْمُ
ثُمَّ انْصَرَفَ الْأَعْرَابُ فَفَلَبِّتُنِي عَيْنِي فَرَأَيْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ يَقُولُ
الْحَقُّ الْأَعْرَابِ فَبَشَّرَهُ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قدْ غَفَرَ لَهُ

(تفسیر ابن کثیر المعروف الامام نووی ص ۳۹۸
 المغني ج ۳ ص ۵۵۶، الشرح الكبير لابن قدامة
 ج ۳ ص ۳۹۵، کشاف القناع ج ۵ ص ۳۰،
 مفاسیم ص ۷۲)

ترجمہ:- حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور کی قبر انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا کہ "السلام علیک یار رسول اللہ....!" میں نے اللہ سے سنا ہے کہ وہ فرماتا ہے کہ اگر انہوں نے اپنے نفوں پر ظلم کیا ہے تو یہ آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے بخشش طلب کریں اور رسول بھی ان کے لئے بخشش طلب کرے تو وہ اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا پائیں گے۔ لہذا اب میں اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہوئے اپنے رب کے پاس آپ کو شفع اور سفارشی بناتے ہوئے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں۔ پھر اس نے یہ شعر پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ساری مخلوق سے بہتر جن کا جسم مبارک مٹی میں مدفن ہوا پس ان کی خوبیوں سے ٹیلے اور میدان مہک اٹھے۔ میری جان قربان ہو اس قبر انور پر جس میں آپ جلوہ افروز ہیں، اس قبر میں تو جسم پاکیزگی سخاوت اور شرافت ہے۔ یہ عرض کرنے کے بعد جب وہ اعرابی واپس لوٹا تو حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ اس وقت میری آنکھ لگ گئی اور میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے خواب میں فرمایا اے عقبہ اس اعرابی کو مل کر خوش خبری سناؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرمادیا ہے۔

فائدہ:- اس طویل اور معتبر حدیث سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے۔

- وہ اعرابی حضور کے قبر کی زیارت کے لئے دور دراز سے آیا جس سے ثابت ہوا کہ حضور کے روپہ انور کی زیارت کے لئے سفر کر کے وہاں جانانہ صرف جائز بلکہ صحابہ کا طریقہ ہے اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ اور اللہ کے قرب کا ایک وسیلہ ہے۔ جو لوگ حضور کے روپہ شریف کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے کو منع کرتے ہیں وہ غلط کہتے ہیں ان کے دل حضور کی محبت اور عظمت سے خالی ہیں۔ خود حضور فرماتے ہیں کہ جو صرف میری زیارت کے لئے آیا اسے میری زیارت کا علاوہ اور کوئی حاجت نہیں تھی تو مجھ پر لازم ہو گیا کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں (الطبرانی فی الاوسط والکبیر) وہ کتنا بدجنت ہے جو روپہ شریف کی زیارت کے لئے سفر سے منع کر کے حضور کی شفاعت سے محروم کرتا ہے۔

- دوسری اہم بات یہ ثابت ہوتی کہ اللہ کی بارگاہ میں حضور کو وسیلہ بنانے کرنا اور حضور کے "توسل" سے دعا کرنا یہ نہایت مستحسن اور اچھا طریقہ ہے اور اس کے صدقہ میں دعائیں قبول ہوتی ہیں مشکلیں آسان ہوتی ہیں اور گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس زمانہ میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ "حضور کا وسیلہ پکڑا تو انسان کافر ہو گیا" معاذ اللہ۔ وہ لوگ اس حدیث پر غور کریں کہ رب اپنے محبوب کا وسیلہ لانے کا قرآن میں خود حکم دے رہا ہے۔ اور وہ اعرابی جب حضور کا وسیلہ لے کر اور حضور کے "توسل" سے دعا کرتا ہے تو اس کو حضور کی بارگاہ سے شرک کا فتوی نہیں دیا جاتا بلکہ کمال ایمان اور گناہوں کی بخشش کا مژدہ ان کو سنادیا جاتا ہے۔ ثابت ہوا کہ ڈائریکٹ خدا تک نہیں پہنچا جاسکتا اس کے محبوب کے وسیلہ سے جو اس تک جائے گا وہی مقبول بارگاہ خدا ہو گا اور اسی کا دین و دنیا میں پیڑا پار ہو گا۔ جو بغیر حضور کے وسیلہ کے جائے گا وہ ناکام و نامراد رہے گا

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقبر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

- اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضور کے اس عالم سے پردہ فرمانے کے بعد بھی آپ کو یا رسول اللہ کہہ کر پکارنا اور آپ کو حاجت روایا جان کر آپ سے مدد

طلب کرنا جائز ہے۔ گناہوں سے بڑی کیا آفت اور مصیبت ہوگی جب وہ اعرابی اس مصیبت سے رہائی کے لئے حضور سے گزارش کر رہا ہے اور آپ سے مدد طلب کر رہا ہے تو ثابت ہوا کہ ہر قسم کی دینی اور دنیاوی آفتوں اور مصیبتوں میں حضور کو پکارنا اور آپ سے فریاد کرنا جائز ہے۔

۳۔ بعض کہتے ہیں کہ حضور تو سنتے نہیں حضور کو کچھ پتہ نہیں (معاذ اللہ) حضور کمھی بھی نہیں اڑا سکتے۔ (معاذ اللہ) لیکن اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضور نے اپنے غلاموں کی فریاد پر اس کو گناہوں سے نجات دلا کر معافی کی خوش خبری ساندی تو ہم اگر حضور کو پکاریں گے تو حضور ہماری بھی فریادرسی ضرور فرمائیں گے۔ لہذا حضور سے مدد طلب کرنا اور حضور کا مدد فرمانا اور نفع پہنچانا مشکلیں آسان کرنا یہ عقیدہ نہ شرک ہے نہ بدعت بلکہ الحمد للہ اب حدیث مبارک کی روشنی میں اس کا جائز اور مستحسن ہونا ثابت ہے۔

۴۔ بعض کہتے ہیں کہ ”معاذ اللہ“ حضور مر گئے؟ لیکن اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضور کی وفات اور موت صرف ایک آن کے لئے تھی اس کے بعد اپنے روضہ انور میں حضور جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں، سنتے بھی ہیں، دیکھتے بھی ہیں، اپنے ارشادات سے نوازتے بھی ہیں اور پریشان حالوں کی پریشانیاں دور بھی فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲۱

حَدَّثَنَا أَبُو الْجُوزَاءُ وَسْبَنْ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَطَّعَ أَهْلَ
الْمَدِينَةِ قَطْعًا شَدِيدًا فَشَكَوَا إِلَى عَائِشَةَ
فَقَالَتْ انْظُرْ وَقَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَجَعَلُوا مِنْهُ كَوَافِرَ السَّمَاءِ حَتَّى لَا يَكُونَ بَيْنَهُ
وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ قَالَ فَجَعَلُوا فَمَطَرَنَا مَطْرَا
حَتَّى نَبْتَ الْعَشْبَ وَسَمَنَتِ الْأَبْلَى وَتَفَتَّقَتِ مِنْ
الشَّحْمِ فَسَمِّيَ عَامَ الْفَتْقِ۔

ترجمہ:- حضرت ابو الجوزاء اوس بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ مدینہ شریف میں سخت تحط پڑا اہل مدینہ نے حضرت عائشہ سے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے پاس جاؤ اور آپ کے جھرے انور کی چھٹ میں ایک سوراخ کرو و حتیٰ کہ آپ کی قبر انور اور آسمان کے درمیان چھٹ کا حباب نہ رہے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب لوگوں نے ایسا کیا تو اتنی زبردست بارش ہوئی کہ گھاس اگ آئی اونٹ اتنے موٹے تازے ہو گئے کہ چربی چڑھنے لگی۔ اس سال کا نام ”عام الفتق“ یعنی ترو تازگی کا سال رکھا گیا۔

فواہد:- ۱۔ اس حدیث سے پہلا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ حضور جس قبر انور میں تشریف فرمائیں حضور کی برکت سے وہ جگہ بھی اتنی بارکت اور عظمت والی ہو گئی ہے کہ اس کا وسیلہ اگر اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے تو اس کا غصب دور ہو جاتا ہے اور رحمتوں کی بارش ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ تو حضور کے وسیلے کے قائل نہیں لیکن یہاں حضرت عائشہ صحابہ کی موجودگی میں حضور کی قبر انور کا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کر رہی ہیں اگر یہ شرک ہوتا تو اللہ کا غصب اور زیادہ ہو جانا چاہئے تھا اور بارش نہ برستی لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ بارشی برسی اور خوب برسی پتہ چلا کہ اللہ کو اپنے پیاروں کی قبریں بھی پیاری ہوتی ہیں اور ان کے وسیلے سے دعا کی جائے تو دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اسی لئے اولیاء اور انبیاء کے مزارات پر حاضری دی جاتی ہے مگر ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو قبول فرمائے اور ہماری مشکلیں آسان فرمائے۔

ایک دفعہ سمرقند میں تحط پڑا کسی طرح ختم نہیں ہو رہا تھا ایک شخص نے قاضی سمرقند کو تجویز دی کہ سب مل کر حضرت امام بخاری کے مزار پر چلیں اور ان کے وسیلے سے دعا کریں چنانچہ جب لوگوں نے ایسا کیا تو بارش برسنی شروع ہو گئی اور تحط

دور ہو گیا۔ (تیسری الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۲۲) اسی لئے نواب صدیق حسن خان بھوپالی کو لکھنا پڑا کہ اولیاء اللہ کی قبروں کے پاس دعا کی قبولیت کا کافی بار تجربہ کیا جا سکتا ہے۔ (نزل الابرار ص ۳۰)

حضرت امام شافعی جیسے عظیم قیمہ اور محدث فرماتے ہیں کہ جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آتی تو میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہو کے دو رکعت پڑھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں تو اسی وقت میرا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مزارات اولیاء پر حاضری دینا اور ان کے وسیلہ سے دعائیں کرنا اور مشکلیں حل کرانا یہ شرک بدعت نہیں اگر یہ شرک ہوتا تو صحابہ اور امام شافعی جیسے مجتهد وقت ایسا کبھی نہ کرتے۔ اور ان کی مشکلیں کبھی آسان نہ ہوتیں۔

-۲- اس حدیث سے تبرکات کی اہمیت کا پتہ بھی چل گیا کہ جن چیزوں کو اللہ کے پیاروں سے نسبت ہو جائے وہ چیزیں بھی اللہ کو پیاری ہو جاتی ہیں اور ان کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی ہیں لہذا ان کا ادب کرنا چاہئے۔

حدیث نمبر ۲۲

مَنْهُ جَبَتِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَلَمَّا
قَبَضَتْ قَبْضَتِهَا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبِسُهَا فَغَنِ نَفْسَهَا لِلْمَرْضِ
نَسْتَشْفِي بِهَا۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹، مکلووۃ المصانع ص ۳۷۳،
مصنوع الاست ج ۳ ص ۱۹۲)

ترجمہ:- حضرت سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے یہ حضرت عائشہ کے پاس تھا ان کے وصال کے بعد یہ جبہ میں نے

حاصل کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جبہ کو زیب تن فرمایا کرتے تھے ہم اس جبہ کو بیماروں کے لئے دھوتے ہیں اس کی برکت اور وسیلہ سے شفا حاصل کرتے ہیں۔

فواہدہ۔ ۱۔ اس حدیث مبارکہ سے "تمبرکات" کی اہمیت اور افادت کا پتہ چل گیا کہ جس چیز کو کسی اللہ کے پیارے سے تعلق اور نسبت ہو جائے وہ چیز بھی با برکت ہو جاتی ہے اور لا تقل احترام بن جاتی ہے۔ اس کا احترام اور ادب کرنا یہ شرک اور بدعت نہیں بلکہ کمال ایمان کی نشانی ہے عشق جب حین شریفین کو جاتے ہیں تو کبھی ممبر کو چوتے ہیں تو کبھی ستونوں کو، کبھی دیواروں کو بوسہ دیتے ہیں تو کبھی پہاڑوں کے محترموں کو آنکھوں سے لگاتے ہیں اس لئے کہ ان چیزوں کو نبی سے نسبت ہو گئی ہے لہذا یہ بھی لا تقل احترام ہو گئی ہیں اور ان کا احترام کرنا یہ صحابہ کی سنت ہے۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ کسی صحابی کے پاس حضور کے بال مبارک تھے تو وہ ان کو عطر میں بسا کر رکھتا تھا جس کی وجہ سے بل سرخ رنگ کا ہو گیا تھا۔ حضرت ام سلمہ کے پاس حضو کے بال تھے جس کو وہ چاندی کی ڈبیہ میں بڑے ادب سے رکھتی تھیں اور جب کوئی بیمار یا جس کو نظر لگ گئی ہو انکے پاس آتا تھا تو اس ڈبیہ کو پانی میں ہلا کر اس کو پلا دیا کرتی تھیں جس سے اس کو شفا ہو جاتی تھی۔ (مشکوہۃ، ص ۳۹۱، ر بخاری ج ۲ ص ۸۷۰)

۲۔ ان تمبرکات کی برکت اور ان کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی ہیں اور مشکلیں آسان ہوتی ہیں اور بیماریاں دور ہوتی ہیں لہذا جس قبر میں کوئی ولی، نبی آرام فرماء ہو وہ قبر بھی اس نبی اور ولی کی نسبت سے با برکت ہو جاتی ہے اور وہاں پر بھی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور دینی دنیوی مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔

۳۔ جب کسی نبی اور ولی کے تمبرکات کی برکت اور وسیلہ سے دعائیں قبول ہو رہی ہیں اور مشکلیں آسانی ہو رہی ہیں تو پھر خود اس اللہ کے ولی کا وسیلہ اگر اللہ کی پارگاہ میں پیش کیا جائے تو اس کے صدقہ میں کیوں نہ دعا قبول ہو گی۔ "یقیناً" وہ خدا کے پیارے ہیں اور خدا اپنے پیاروں کے وسیلے کو کبھی رد نہیں فرمائے گا بلکہ اس وسیلہ کی

لاج رکھتے ہوئے ضرور دعا قبول فرمائے گا اور مشکلیں آسان فرمائے گا۔

حدیث نمبر ۲۳

عن ابی موسیٰ الاشعربی قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا و علمتنا صلواتنا فقال اقیموا صفوافکم ثم لیومکم احمدکم فاذاكبر فکبروا و اذا قراء فانصتوا و اذا قال غيرالمغضوب عليهم ولا نصالین فقولوا آمين۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۳، ابو داؤد ج ۱ ص ۳۰۰،
ابن ماجہ ۶۰، یہوقی ۲ ص ۱۵۵،
دارقطنی ج ۲ ص ۲۲۸، مسکوہ ص ۸۱)

ترجمہ:- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا بس آپ نے ہمیں سنت کی تعلیم دی اور نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا، پس حضور نے ارشاد فرمایا اپنی صفیں درست کرو پھر تم میں سے ایک شخص تمہارا امام بنے جب وہ عجیر کے تو تم بھی عجیر کو جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو اور جب امام غیرالمغضوب طیم و لا نصالین کے تو تم آمین کو۔

فائدہ:- اس حدیث مبارک نے ”قراء خلف الامام“ کا مسئلہ واضح طور پر حل کر دیا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں امام اور مقتدی دونوں کے نماز کے اندر اعمال کا ذکر فرمایا جو کام امام اور مقتدی دونوں کے کرنے کے ہیں وہ دونوں کے لئے آپ نے بیان فرمائے مثلاً ”فرمایا جب امام عجیر کے تو تم بھی عجیر کو معلوم ہوا کہ یہ کام دونوں کو کرنا ہے لیکن جب تراست اور قرآن کی تلاوت کا ذکر فرمایا تو صرف امام

کے لئے فرمایا اور مقتدیوں کے لئے فرمایا کہ وہ خاموش رہیں اب یہ حکم ہر نماز کے لئے ہے خواہ وہ سری ہو یا جری یعنی فجر مغرب اور عشاء کی ہوں یا ظهر اور عصر کی مطلقاً "نماز کے لئے حکم ہے کہ جب امام قرات کرے تو تم خاموش رہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے مقتدی کو فاتحہ وغیرہ کچھ نہیں پڑھنا چاہئے بلکہ حضور کے ارشاد پر خاموش کھڑے رہنا چاہئے۔ اگر مقتدی کے لئے امام کے پیچھے قرات کرنا ضروری ہوتا تو حضور ان کو ایک ضروری اور فرض کام ترک کر کے خاموش رہنے کا حکم بکیوں دیتے بلکہ جس طرح تجھیر دونوں کے لئے ضروری تھی اور آپ نے دونوں کے لئے بیان فرمائی کہ "فازا کبر کبروا" اسی طرح اگر قرات بھی مقتدی کے لئے ضروری ہوتی تو حضور اس طرح فرماتے کہ "فازا قراء فاقراء و" کہ جب امام قرات کرے تو تم بھی قرات کو لیکن اس کے بر عکس آپ نے فرمایا کہ جب امام قرات کرے تو تم چپ رہو معلوم ہوا کہ مقتدی کا امام کے پیچھے پڑھنا درست نہیں۔ جو لوگ امام کے پیچھے پڑھتے ہیں وہ حضور کے ارشاد کے خلاف کرتے ہیں بلکہ قرآن کے خلاف کام کرتے ہیں کیونکہ قرآن کا حکم ہے کہ "وَاذَا قرَأْتُ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَلَا نُصْتُوَا" کہ جب قرآن پڑھا پڑھا جائے تو "غور سے سنو اور چپ رہو" اور ابن ماجہ ص ۱۶۲ کی ایک دوسری روایت میں تو صاف طور پر حضور نے فرمادیا کہ امام کی قرات ہی مقتدیوں کے لئے کافی ہے بلکہ طحاوی شریف کی ایک روایت میں تو حضور نے بعض صحابہ کو پیچھے قرات کرتے ہوئے دیکھ کر ان کو تنبیہہ فرمائی اور ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں بہت سے علماء اس مسئلہ پر آپ سے مناظرہ اور مباحثہ کرنے کے لئے آئے کہ آپ کے نزدیک مقتدی کو امام کے پیچھے خاموش رہنا چاہئے اس پر گفتگو کریں گے آپ نے فرمایا پاتنے سارے لوگوں سے کیسے گفتگو ہوگی آپ سب لوگ اپنا ایک نمائندہ مقرر فرمائیں اور وہ مجھ سے گفتگو کرے گا اس کا مجھ سے گفتگو کرنا آپ سب کی طرف سے گفتگو کرنا ہو گا سب نے ایک عالم کو نمائندہ مقرر کر دیا۔ آپ نے فرمایا فیصلہ تو اس مسئلہ کا تم نے خود ہی کر دیا اس لئے کہ جب اپنی طرف سے ایک عالم مقرر کر دیا جس کا گفتگو کرنا تم

سب کی طرف سے گفتگو کرنا شمار ہو گا اور اس کی پہاڑ اور جیت تمہاری ہار اور جیت ہو گی اسی طرح یہاں بھی اللہ کی بارگاہ میں امام ہم سب مقتدیوں کا نمائندہ ہوتا ہے لہذا اس کا پڑھنا وہ ہم سب مقتدیوں کا پڑھنا شمار ہو گا۔ یہ سن کر سب بہوت ہو گئے اور امام اعظم کے اس مسئلہ کو مان گئے کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کو پڑھنا نہیں چاہئے بلکہ خاموش رہنا چاہئے۔ بہر حال قرآن کی آیت مبارکہ اور احادیث اور حضور کے عمل کو دیکھتے ہوئے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ اور تابعین کا یہی فتویٰ ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قراءت نہیں کرنی چاہئے۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ جس نے قراءت کی امام کے پیچھے اس کی نماز نہیں ہو گی (موطا امام محمد مج. ص ۳۶۷، مصنف ابن الیثیب مج ارج. ص ۲۷۶) حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے پڑھنا فطرت یعنی سنت کے خلاف ہے یعنی ایسا شخص بدعتی ہے۔ (طحاوی ص ۱۵۰، مصنف عبدالرزاق ص ۲۳۳ ارج ۲) حضرت ابن عباس جیسے صحابی فرماتے ہیں کہ اگر میرا بس چلے تو میں ایسے لوگوں کی زبانیں (گدی سے) کھینچ لوں۔ (طحاوی۔ ج ارج ص ۲۲۱) حضرت سعد بن الی و قاص فرماتے ہیں کہ میری خواہش ہے کہ ایسے لوگوں کے منہ میں انگارے بھرے جائیں (موطا امام محمد ص ۹۸، مصنف ابن الیثیب ج ارج ص ۲۷۶) حضرت امام ابراہیم نجاشی جیسے عظیم تابعی کا فتویٰ ہے کہ امام کے پیچھے قراءت کرنا مکروہ ہے۔ (مصنف ابن الیثیب ج ارج ص ۲۷۷)

حدیث نمبر ۲۲

عَنْ عَلْقَمَةِ بْنِ وَائِشٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغَ غَيْرَ الْمَفْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَالظَّالِمِينَ قَالَ أَمِينٌ وَأَخْفَى بِهَا صَوْتَهُ

(مسند احمد، ابو داؤد، ابوالعلی، دارقطنی، حاکم، زیلہی ج، ص ۲۹۳)

ترجمہ:- حضرت ملتہ اپنے والد گرامی حضرت واکل بن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ انوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ غیر المغضوب علیہم والالضالین پر مخنثے تو آمین کہا اور اس میں آواز بہت مخفی اور پوشیدہ رکھی۔

فائدہ:- یہ حدیث مبارک جس کو حاکم نے صحیح الاسناد قرار دیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ حضور نے آمین آہستہ آواز سے فرمائی ہے لہذا حدیث کے مانے والوں کو چاہئے کہ جب امام کے پیچھے نماز پڑھیں اور امام ولاالضالین کے تو مقتدیوں کو بلند آواز سے آمین کے حضور کی مخالفت نہیں کرنی چاہئے بلکہ پست آواز سے خاموشی کے ساتھ آمین کے حضور کی سنت پر عمل کرنا چاہئے۔

جبکہ پست اور آہستہ آواز سے آمین کرنے والوں کو حضور نے ایک خوشخبری بھی سنائی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جب امام ولاالضالین کے تو تم آمین کو بس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہو گئی اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۰۸، ر نسائی ج ۱ ص ۹۲، ر ابو داؤد ج ۱ ص ۳۹) اب ظاہر ہے فرشتے پکار کر بلند آواز سے تو آمین کتنے نہیں ورنہ ہمیں ان کی آواز آتی لیکن ہم نہیں سنتے۔ کیونکہ وہ خاموشی کے ساتھ آمین کتنے ہیں لہذا حضور کے اس ارشاد کے مطابق جو ان کے ساتھ موافقت کرے گا یعنی پست آواز سے خاموشی کے ساتھ ان کی طرح آمین کے گا تو وہ حضور کی اس خوشخبری کا مستحق ٹھہرے گا کہ اس کے گناہ بخش دئے جائیں گے۔

جن احادیث میں "مدبہاصوتہ" کا ذکر ہے اس سے مراد یہ نہیں کہ حضور نے بلند آواز سے آمین کی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے "آمین" نہیں فرمایا بلکہ آواز کو کھینچ کر مد کے ساتھ "آمین" فرمایا۔ ان ہی احادیث کو دیکھتے ہوئے فقہ کے دو بہت بڑے امام ایک امام مالک اور دوسرے امام اعظم ابوحنیفہ نے آہستہ آمین کرنے کا

قول کیا ہے (الدودۃ الکبری) صحابہ کا بھی یہی عمل رہا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو والل سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ و بحہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اعوذ باللہ اور آمین تینوں چیزوں بلند آواز سے نہیں کہتے تھے (مجموع الزوابد ج ۱ ص ۱۸۰) یعنی شرح حدایہ میں حضرت عمر کے متعلق بھی اسی قسم کی روایت مذکور ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر حضور کا طریقہ آخر تک اور ہمیشہ آمین بلند آواز سے کہنے کا ہوتا تو حضرت عمر، عبد اللہ بن عمر اور حضرت علی جیسے صحابہ اور خلفائے راشدین کبھی اس عمل کو ترک نہ فرماتے اور ہمیشہ بلند آواز سے آمین کہتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ حضور کا طریقہ آہستہ آواز سے آمین کہنے کا تھا۔

حدیث نمبر ۲۵

عَنْ جَابِرِ بْنِ سُمَرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي
أَيْدِيكُمْ كَانَهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شَمْسٌ اسْكَنُوا فِي
الصَّلَاةِ

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱، ابو داؤد ج ۱ ص ۱۵۰،
نائی ص ۶۷۶، طحاوی ج ۱ ص ۱۵۰، مند
تم ج ۵ ص ۹۳)

ترجمہ:- حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس (جب ہم نماز پڑھ رہے تھے) تشریف لائے (ہم رفع یدين کر رہے تھے) آپ نے فرمایا میں تم کو نماز میں شریر گھوڑوں کی دم کی طرح رفع یدين کرتے کیوں دیکھتا ہوں نماز میں سکونت و طہانتیت اختیار کرو۔

فائدہ:- اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تکبیر تحریکہ کے علاوہ نماز کے اندر رکوع و بجود و قومہ وغیرہ کے وقت رفع یہ دین کرنا یعنی بار بار ہاتھ اٹھانا حضور کو پسند نہیں تھا پھر نہ صرف یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا بلکہ اس کو جانوروں کے فعل سے تشبیہ دے کر اس کی برائی کو بیان فرمادیا۔ اور آخر میں اس فعل سے یہ کہہ کر منع فرمادیا کہ نماز سکون و طمانتیت کے لئے ہوتی ہے اس میں سکون و طمانتیت اور خشوع و خضوع اختیار کرنا چاہئے ایسا بار بار کرنا نماز کے خشوع و خضوع کے خلاف ہے لہذا سکون سے رہو اور بار بار گھوڑوں کی دم کی طرح رفع یہ دین نہ کرو۔ یہی وجہ ہے کہ اگر صحابہ نے پہلے کبھی کر بھی لیا تھا تو اس کے بعد پھر کبھی نہیں کیا چنانچہ حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تم کو حضور جیسی نماز پڑھ کر دکھاتا ہوں اس نماز میں انہوں نے پہلی مرتبہ کے بعد (تکبیر تحریکہ) کسی جگہ بھی رفع یہ دین نہیں فرمایا۔ (ترمذی ص ۳۰۳) اس ہی لئے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بہت سے اہل علم صحابہ تابعین اور سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی مذہب ہے کہ تکبیر تحریکہ کے علاوہ نماز میں کہیں رفع یہ دین نہیں کرنا چاہئے۔ اور محدث ابو بکر بن عیاش فرماتے ہیں میں نے خیر القرون میں کسی بھی دین کی سمجھ رکھنے والے کو کہیں بھی رفع یہ دین کرتے نہیں دیکھا (طحاوی ج ر ص ۲۳۳)

اگر کسی روایت میں حضور کے رفع یہ دین کرنے کا ذکر آیا بھی ہے تو اس کے مقابلہ میں وہ روایات جو ہم نے اوپر ذکر کی ہے جس میں رفع یہ دین سے منع کیا گیا ہے ان روایات کو ترجیح ہوگی کیونکہ ہماری روایات قولی ہیں اور رفع یہ دین کرنے کی احادیث فعلی ہیں جب کہ اصول حدیث کی رو سے قولی حدیثوں کو فعلی حدیثوں پر ترجیح نہوتی ہے۔ رفع یہ دین کی روایات میں تو دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یہ دین کا ذکر ہے حالانکہ اس پر کوئی بھی عمل نہیں کرتا معلوم ہوا کہ یہ ساری حدیث ہی منسوخ ہے اور یہ حضور کا پہلا عمل تھا اب آخری عمل یہ تھا کہ نماز میں سوائے تکبیر تحریکہ کے کہیں بھی رفع یہ دین نہیں فرمایا۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہماری تمام احادیث بڑے برگزیدہ بڑی عمر والے اور قیہ صحابہ سے منقول ہیں جب کہ رفع یہ دین کی روایات حضرت عبداللہ

بن عمر سے منقول ہے جو اس وقت بچے تھے اور پچھلی صاف میں کھڑے ہوتے تھے
 حضور کی صحیح حرکات و سکنات کو قریب سے نہیں دیکھتے تھے لہذا انکے مقابلہ میں حضور
 سے زیادہ قریب کھڑے ہونے والے بڑے عمر صاحبہ کا رفع یہ دین نہ کرنے کا قول زیادہ
 معین بر ہو گا۔

عن ابن عباس رضى الله عنهم ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم كان يصلى في رمضان
عشرين ركعه والوتر -

(مصنف ابن ابی شیبہ ج، ص ۲۰، طبرانی
فی الکبیر، سنن بیهقی)

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت
نماز (تراویح) اور وتر ادا فرمایا کرتے تھے۔

فائدہ:- یہ حدیث جس کو مصنف ابن ابی شیبہ میں نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ
یہ حدیث حسن ہے اور امت کے اس پر عمل کی وجہ سے یہ صحیح کے درجہ کو پچھی
ہوئی ہے۔ ایسی صحیح حدیث سے ثابت ہو گیا کہ رمضان المبارک کی راتوں میں بیس
رکعت تراویح پڑھنا یہ حضور سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ ہاں
البتہ حضور کے زمانہ میں ہر شخص علیحدہ پڑھا کرتا تھا جب کہ حضرت عمر کے زمانہ
سے باقاعدہ ایک قاری اور حافظ کے پیچھے سب نے مل کر پڑھنی شروع کر دی۔

اس کے علاوہ حضور نے فرمایا (عليکم بستی و سنته الخلفاء
الراشدين المهديين) کہ میری سنت اور میرے خلافے راشدین محدثین کی
سنت کو لازم پکڑلو۔ آئیے اب دیکھتے ہیں کہ خلافے راشدین کی تراویح کے بارے میں
کیا سنت ہے؟ حضرت سائب بن زید صحابی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر اور حضرت
عثمان کے زمانہ میں (باجماعت) بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری امام سوسو
آیات والی سورتی، پڑھتا تھا اور لوگ لمبے قیام کی وجہ سے لاٹھیوں کا سارا لیتے تھے۔
اس حدیث کو بیہقی (ج ۲ ص ۲۹۶) نے نقل فرمایا ہے اور امام نووی فرماتے ہیں
کہ اس کی سند صحیح ہے (شرح المذب) علامہ سکلی، علامہ سیوطی علامہ۔ علی قاری

جسے محدثین نے اس کو صحیح قرار دیا ہے ثابت ہوا کہ رمضان میں بیس رکعتیں تراویح پڑھنا خلفاء راشدین کا معمول رہا ہے لہذا اس پر عمل کرنے والا درحقیقت حضور کے اس ارشاد پر عمل کر رہا ہے کہ میرے خلفاء کی سنت کو لازم پکڑلو۔ اسی لئے ابن تیمیہ بھی لکھتے ہیں کہ علماء کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ بیس رکعت تراویح سنت ہے کیونکہ حضرت ابن الی کعب کے پیچھے بہت سے مهاجرین و انصار صحابہ نے بیس رکعت تراویح پڑھی اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۱۸۶) اس ہی طرح یہی میں (ج ۲ ص ۳۹۶) حضرت علی کرم اللہ وجہ کی بھی حدیث منقول ہے کہ حضرت علی نے رمضان میں قاریوں کو بلایا ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے اور حضرت علی نے خود وتر پڑھائے۔ اسی لئے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس پر صحابہ کا اجماع ہے کہ تراویح کی بیس رکعت ہیں (مرقاۃ ج ۳، ص ۱۹۳)

باقی جن احادیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ رکعت پڑھنے کا بیان ہے (یعنی ۸ رکعت اور تین وتر) اس سے مراد تراویح کی آٹھ رکعت نہیں ہیں بلکہ تجدید کی آٹھ رکعت مراد ہیں کہ حضور رمضان اور غیر رمضان میں تجدید کی آٹھ ہی ادا فرماتے تھے اور آخر میں وتر پڑھ لیتے تھے تو اس طرح گیارہ ہو جاتی تھیں۔ لہذا یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام مسلم، امام مالک، امام ابو داؤد، نسائی، امام ترمذی، امام داری وغیرہ سب نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا لیکن تراویح کے باب میں ذکر نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۲۷

عَنْ مُخْرِمَهْ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ لَبِيدَ
قَالَ أَخْبَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ
رَجُلٍ طَلَقَ امْرَاتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيعًا فَقَامَ
غَضِبًا ثُمَّ قَالَ إِلَيْهِ بِكَتَابِ اللَّهِ وَأَنَابِينَ اظْهَرَ

کم حتی قام رجل وقال يار رسول الله الا اقتل

سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۱)

ترجمہ:- حضرت مخرمہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے محمود بن سید سے سا وہ کہتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی ایک شخص کے بارے میں کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی ہیں آپ غصہ سے کھڑے ہو گئے پھر فرمایا کیا اس نے کتاب اللہ کو میرے سامنے کھیل بنالیا ہے حتیٰ کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یار رسول اللہ...! کیا میں اس شخص کو قتل نہ کروں۔

فائدہ:- اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینا درست نہیں بلکہ گناہ ہے اور ایسا کرنا حضور کے غصب اور ناراضگی کا سبب ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اگر ایک ساتھ اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو وہ واقع ہو جاتی ہیں اور اس کی بیوی اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ایک ساتھ ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں واقع نہ ہوتیں بلکہ صرف ایک طلاق واقع ہوتی جیسا کہ آج کل بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے تو حضور کبھی بھی ناراضگی کا اظہار نہیں فرماتے کیونکہ ایک طلاق تو سنت ہے لذاست طلاق کے واقع ہونے پر ناراضگی کیسی؟ حضور کا ناراض ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ تین طلاقیں اگر ایک ساتھ دی جائیں تو تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک عورت جس کا نام عائشہ خشمیہ تھا وہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے نکاح میں تھی جب حضرت علی کا وصال ہوا تو اس نے حضرت امام حسن سے کہا کہ آپ کو خلافت مبارک ہو حضرت امام حسن نے کہا کہ تو حضرت علی کی شہادت پر خوشی کا اظہار کرتی ہے جامیں نے تجھ کو تین طلاقیں دیں اس نے اپنے کپڑے لئے اور عدت میں بیٹھ گئی حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو گئی حضرت امام حسن

نے اس کی طرف اس کا بقیہ مراور دس ہزار بھیجے جب اس کے پاس قاصد یہ مال لے کر آیا تو اس نے کہا کہ مجھے اپنے جدا ہونے والے محبوب سے یہ اتنا تحوزہ اس اسلامان ملا ہے جب حضرت امام حسن تک یہ بات پہنچی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور آپ نے فرمایا کہ اگر میں نے اپنے ننانے سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی کہ آپ نے فرمایا ہے جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں خواہ الگ طہر میں دیں یا بیک وقت ایک ساتھ تو وہ عورت اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کر لے اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں اس سے ضرور رجوع کرتا۔ اس حدیث کو دو سندوں سے امام دارقطنی نے (ج ۳۰ ص ۱۳۰) اور دو سندوں سے امام طبرانی نے اور بیہقی نے سنن کبریٰ میں (ج ۷، ص ۳۳۶) میں نقل کیا ہے اور مجمع الزوائد میں (ج ۳۰ ص ۳۹۰ - ۳۹۱) میں علامہ الشیخی نے اس کو حدیث صحیح قرار دیا ہے۔ جن روایات میں حضور کے زمانہ میں تین طلاقوں کے ایک واقع ہونے کا بیان ہے اس سے مراد غیر مدخل بہا کی طلاق مراد ہے کہ وہ اگر تین دی جائیں تب بھی ایک ہی واقع ہوگی یا وہ طلاق مراد ہے کہ دی تو ایک جائے لیکن بعد میں دو طلاقوں کے الفاظ پہلی والی طلاق کی تائید اور تاکید کے لئے لائے جائیں اس سے بھی ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے حضور نے جن کو تین طلاق پر رجوع کرنے کا حکم دیا اس سے اسی قسم کی طلاق مراد ہے۔

حدیث نمبر ۲۸

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ سَمِعَ
أَسْمَى فِي الْإِذَانَ وَوَضَعَ أَبْهَامِيهِ عَلَى عَيْنِيهِ فَإِنَّا
طَالِبُهُ فِي صَفَوْفِ الْقِيَامَةِ وَقَائِدُهُ إِلَى الْجَنَّةِ۔

شای نجاد باب الاذان ص ۲۷۰ بحوالہ کنز العبار فتاویٰ صوفیہ
ر کتاب الفردوس ر حواشی بحر الرائق - صلوٰۃ
مسعودی ج ۲ باب بسم بانگ نماز)

ترجمہ:- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اذان میں ہمارا نام سن کر انگوٹھے اپنی آنکھوں پر لگائے تو ہم اس کو قیامت کی صفوں میں تلاش کریں گے اور اس کو اپنے پیچے پیچے جنت میں لے جائیں گے۔

فائدہ:- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے وقت حضور کا نام سن کر انگوٹھے چونما بڑی فضیلت کی بات ہے۔ اس میں گنہگاروں کے لئے حضور کی شفاعت کی خوشخبری ہے۔ فقہ حنفی کی معتبر کتاب شامی میں اس کو مستحب لکھا ہے۔ جب کہ انگوٹھے چونے کی فضیلت میں ایک یہ حدیث بھی آئی ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان میں حضور کا نام سناتا تو اپنے کلمہ کی الگیوں کو چوم کر آنکھوں سے لگایا حضور نے فرمایا جو شخص میرے اس پیارے کی طرح کرے گا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی۔ (دیبلی فی الفردوس، مقاصد حسنہ للہام سخاوی) اسی روایت کو فقہ حنفی کی معتبر کتاب مطہروی میں بھی نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اسی طرح کی روایت حضرت خضر علیہ السلام سے بھی منقول ہے فضائل اعمال میں ان احادیث پر عمل کیا تا ہے۔ (مطہروی علی مراثی الغلاح ص ۱۱۱) یعنی اگر بالفرض مرفوع احادیث ضعیف بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ مسلمہ اصول ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر بھی عمل کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ اس بارے میں وہ احادیث جو موقف ہیں یعنی جو حضرت ابو بکر سے منقول ہیں ان پر تو ضعف کا اعتراض بھی نہیں ہے لہذا حضور کے ارشادوں کے خلافاء کی سنت کو لازم پڑا لو، پر عمل کرتے ہوئے انگوٹھے چونما بھی صحابہ کی سنت ہوا اور حضور کے حکم کی تقلیل ہوئی۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کو حضور کی زیارت کا شوق ہوا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے التجاکی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں حضور کا نور چمکایا تو انہوں نے انگوٹھے کے ہاتھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگایا۔ جب حضرت جبریل نے حضور کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا جو شخص اذان میں میرا نام سن کر ایسا کرے گا وہ کبھی اندھا نہیں ہو گا (تفسیر روح البیان ج ۳۶ ص ۲۳۹)

شخص ایسا کرے گا اذان کے وقت اس کے گناہوں کی بخشش اور حضور کی شفاعت کے علاوہ دنیاوی اس کو فائدہ یہ حاصل ہو گا کہ انہ کبھی وہ اندھا ہو گا اور نہ کبھی اس کی آنکھ دکھے گی (مقاصد حسنہ ص ۱۸۱) تقيہ محمد کرتے ہیں کہ ایک دفعہ تیز ہوا چل رہی تھی جس کی وجہ سے ایک کنکری میری آنکھ میں گر گئی بڑی کوششوں کے باوجود نہ نکل سکی جس کے باعث آنکھ میں سخت تکلیف تھی اس ہی اثناء میں جب اذان ہوئی اور میں نے حضور کے نام پر انگوٹھے چومے اور ان کو اپنی آنکھوں پر لگایا تو کنکری اسی وقت میری آنکھ سے نکل گئی اور مجھے سکون مل گیا۔ (مقاصد حسنہ) خصائص کبریٰ میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے سو سال تک گناہ کئے جب مر گیا تو قوم نے اس کو کوڑے کے ڈھیر پر لا کے پھینک دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ ہمارے اس مقبول بندے کو غسل دے کر کفن دے کر نماز جنازہ پڑھئے حضرت موسیٰ نے پوچھا یہ بد کار تیرا محبوب کیسے ہو گیا، فرمایا اس نے ایک دن توریت میں ہمارے محبوب آخری نبی کا نام دیکھ کر اس کو چوما اور آنکھوں سے لگایا اور ان پر درود پڑھا اس لئے ہم نے اس کے سارے گناہ بخش دیئے اور ستر حوروں سے جنت میں اس کا نکاح کر دیا۔ (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۶ ، حلیۃ الاولیاء ابو نعیم رج ۳ ص ۱۷ ر سیرت حلیۃ ۸۵ ر) لذا ہم بھی اگر حضور سے محبت کا اظہار کریں گے اور ان کا نام سن کر انگوٹھے چو میں گے تو یقیناً "خدا ہمیں بھی اس کے صدقہ میں بخش دیگا۔

حدیث نمبر ۲۹

عن ابی اماته قال قیل یار رسول اللہ ای الدعاء
اسمع قال جوف اللیل ودب الرسلواة
المکتوبات

سن ابو داؤد ، سن نسائی ، مند احمد ، یہقی ، محفوظہ باب الذکر
(بعد الصلواة)

ترجمہ:- حضور سے پوچھا گیا کہ کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ زات کے آخر میں اور فرض نمازوں کے بعد

فواائد:- اس حدیث سے پہلا فائدہ تو یہ حاصل ہوا کہ پانچوں وقت کی فرض نمازوں کے بعد دعا کرنا مسنون ہے اور خود حضور کے اس ارشاد سے ثابت ہے کہ اس وقت دعا زیادہ قبول ہوتی ہے جب کہ حسن حصین میں اس حدیث و ترمذی اور حاکم کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور اس میں ”وبسط اليدين“ کے لفظ کا بھی اضافہ ہے جب کہ صحاح ستہ کے حوالہ سے ”ور فتحما“ کے لفظ کا اضافہ ہے جس کے معنی ہیں ہاتھوں پھیلانا اور بلند کرنا لہذا ثابت ہوا کہ فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مسنون ہے۔ لہذا جو لوگ فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اور پھیلائے کر دعا نہیں کرتے وہ اس حدیث پر عمل نہ کرنے کے باعث اس کی برکتوں سے محروم ہیں اور ایک سنت کو ترک کر رہے ہیں۔

-۲- اس حدیث میں ”الصلوة الکتوبات“ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں فرض نمازوں کے اس میں پانچوں وقت کی نمازوں کے علاوہ عیدین جمعہ اور نماز جنازہ بھی آگئی کیونکہ یہ سب ”فرض“ نمازیں ہیں لہذا ان سب نمازوں کے بعد دعا کرنے کا شرک ہوا نہ بدعت بلکہ اس حدیث کے باعث ان نمازوں کے بعد دعا کرنا مستحب اور مسنون ہو گیا۔

بعض حضرات خصوصیت کے ساتھ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کو منع کرتے ہیں حالانکہ حضور کے ارشاد کے مطابق اس وقت دعا جلدی قبول ہوتی ہے لہذا مردہ کے لئے اور اپنی بخشش کے لئے اس وقت ضرور دعا کرنی چاہئے جب کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا تو ایک اور صحیح حدیث سے بھی ثابت ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جب تم میت پر نماز پڑھ چکو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لئے دعا کرو۔ (ابو داؤد ج ۲۰۰، ح ۵۹، م ۳۰، سن ابن ماجہ ج ۱۹۰، مرقاۃ شرح مشکوہ ج ۲، ح ۳۰، م ۳۰) (ابن حجر فرماتے

ہیں کہ ابن حبان نے اس کو صحیح حدیث قرار دیا ہے اس میں "ازا صلیم" کی شرط ہے اور "فَاخْصُوا لَهُ اِنْدِعَةً" جزاً ہے جب کہ شرط اور جزاً میں تغایر ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ وہ دعا نہیں ہے جو نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے بلکہ نماز جنازہ پڑھ کے اس کے بعد عیحدہ سے دعا مانگنے کا حکم دیا جا رہا ہے خود حضور کا عمل بھی اس پر شاہد ہے کہ ایک روز حضور نے ممبر پر کھڑے ہو کر غزوہ سوتہ کی خبر دی اسی اثناء میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی پھر ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی اور لوگوں سے فرمایا تم بھی ان کے لئے دمائے مغفرت کرو۔ یہاں اس حدیث میں "فَصَلِّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدُعَاهُ" کے الفاظ آئے ہیں جس میں نماز کے ذکر کے بعد لفظ "وَادَ" کے ساتھ دعا کا ذکر کیا گیا ہے جب کہ "وَادَ" مفارکت کو چاہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ دعا نماز جنازہ کے علاوہ تھی اور حضور نے نماز جنازہ کے بعد انگریز دوسروں کو بھی دعا کرنے کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد امام اور مقتدی سب کامیت کی مغفرت اور بخشش کے لئے دعا کرنا یہ سنت رسول اور سنت صحابہ ہے۔ ہاں البتہ لمبی دعا نہیں مانگنی چاہئے اور اس ہی نماز والی ہمیست میں صافیں باندھے ہوئے دعا بھی نہیں مانگنی چاہئے کہ اس سے نماز جنازہ میں کسی اضافہ اور زیادتی کا گمان ہو سکتا ہے۔ فقہاء نے جہاں اس دعا سے منع کیا ہے اس سے اس ہی قسم کی دعائیں مراد ہیں۔

حدیث نمبر ۳۰

قالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعْتَ
الْمَوْذِنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صُلُوا عَلَى فَانِهِ مِنْ
صَلَّى عَلَى صَلْوَاتِ اللَّهِ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرَةً۔

صحیح مسلم ص ۲۲۶ ج ، مذکوہ ص ۲۳ ، القول البدیع
ص ۱۱۳ ، سنن الکبری ج ر ص ۳۰۹ ، عمل الایوم والیت
(ص ۲۶)

ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم موزن کی آواز سنو تو جو کچھ اس نے کہا ہے وہ ہی تم کو پھر مجھ پر درود پڑھو پس جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا۔

فائدہ:- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے ساتھ درود شریف پڑھنا شرک یا بدعت نہیں بلکہ سنت ہے اور ترقیات و درجات اور نیکیوں میں اضافہ کا باعث ہے۔ اسی لئے صحابہ کرام نے بھی حضور کے اس ارشاد پر عمل کیا اور اذان کے ساتھ درود شریف پڑھا چنانچہ اسلام کے سب سے پہلے موزن حضرت بلاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ آپ بھی اذان کے بعد درود شریف پڑھا کرتے تھے اور ان الفاظ میں درود پڑھتے تھے "السلام عليك يا رسول الله" (تنور الحوالك شرح موطا امام مانک ج ۱ ص ۳۹۲ مطبوعہ مصر درة النجفین لامام عثمان بن حسن ص ۵۹ مطبوعہ مصر)۔ اسی لئے ایک بہت بڑے محدث علامہ ابن سنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد والی حدیث کو نقل کرتے ہوئے اس پر یہ باب باندھا ہے کہ الملاوة على النبي صلی اللہ علیہ وسلم عنه اللاذان" یعنی اذان کے وقت خواہ اذان سے پہلے یا اذان کے بعد درود شریف پڑھنا۔ کیونکہ جب حضور سے اذان کے وقت درود شریف پڑھنا ثابت ہو گیا تو انسان جس وقت بھی درود شریف پڑھے گا خواہ اذان سے پہلے یا اذان کے بعد بہر حال وہ سنت پر عمل کرنے والا ہو گا بلکہ قرآن پر عمل کرنے والا ہو گا کیونکہ قرآن میں بھی یا ایمہا الذين آمنوا صلوا علیہ و سموا تسیما فرمائے اللہ تعالیٰ نے ہر اچھے وقت میں درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے اس میں کسی وقت کی کوئی قید نہیں لگائی لہذا انسان جس وقت بھی درود شریف پڑھے گا خواہ اذان سے پہلے یا اس کے بعد خواہ نماز سے پہلے یا اس کے بعد خواہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر یا جس طرح بھی درود شریف پڑھے گا وہ قرآن پر عمل کرنے کے باعث رحمت خداوندی کا مستحق بن جائے گا۔ اسی لئے بڑے محدثین حضرت قاضی عیاضن اور

ملا علی قاری شیخ کبیر بکری جیسے محققین نے اپنی اپنی کتابوں میں اذان کے وقت خواہ پہلے یا بعد میں درود شریف پڑھنے کو مشروع اور جائز اور بعض نے تو مستحب بھی لکھا ہے۔ (الشفاء ج ۲ ص ۵۲، شرح ملا علی قاری ج ۲ ص ۳۳، اعاتۃ الطالبین ج ۱ ص ۲۲۳ رج ۱) لہذا اب اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات صحابہ کے عمل اور محدثین و فقہاء کے فتاویٰ کے بعد کوئی اگر اس کو برائی سمجھتا ہے یا اس سے منع کرتا ہے تو اس کے لئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ یا تو اللہ اور اس کے رسول کو اور صحابہ کو نہیں مانتا جبھی تو ان کی بات کا انکار کر رہا ہے یا حضور سے اس کو عدالت ہے جو اتنے صحیح احکامات کے باوجود درود شریف پڑھنے سے کتراء رہا ہے اور دوسروں کو منع کر رہا ہے۔

حدیث نمبر ۳۱

عَنْ زِرَاعٍ وَكَانَ فِي وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ لِمَا قَدِمَنَا
الْمَدِينَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادِرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنَقْبَلَ يَدِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجْلِهِ

(سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۱۸، مکملۃ المصالح ص ۳۰۲، کتاب
الاذکار للنووی ص ۲۳۳)

ترجمہ:- حضرت زراع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ وفد عبد القیس میں تھے کہ جب ہم مدینہ منورہ میں آئے تو ہم نے اپنی سواریوں سے اترنے میں جلدی کی پس ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا۔

فائدہ:- اس سے ثابت ہوا کہ بزرگوں کے ہاتھ اور پاؤں چونما شرک اور بدعت نہیں بلکہ صحابہ کی سنت ہے۔ اگر یہ جائز نہ ہوتا تو حضور ان کو منع فرمادیتے لیکن حضور نے ان کو منع نہیں فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ ہاتھوں اور پیروں کو چونما اور بوسہ دینا جائز اور مستحسن ہے۔ بلکہ بعض روایات میں تو حضور سے اس عمل کی تعریف

پتہ چلتی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت اشیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلتے ہوئے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انہوں نے حضور کے دست اقدس کو پکڑ کر اس کو چوما اور بوسہ دیا۔ اس پر حضور نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میں دو عادتیں ایسی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو بہت محبوب ہیں۔ (ادب المفرد ص ۸۶، مطبوعہ مصر) اب آپ اندازہ کیجئے کہ جس عمل کی تعریف خود نبی کریم فرمائیں اور جس کی تحسین خود اللہ کا نبی فرمائے وہ فعل اور عمل کتنا حسین اور اچھا ہو گا اب کسی مسلمان کی تو یہ مجال ہو نہیں سکتی کہ جس کو حضور اچھا کہیں اس کو حضور کا امتی مسلمان برا شرک اور کفر کئے

اس حدیث سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ صرف ہاتھ پر چونا حضور کے لئے جائز تھے اور کسی کے لئے جائز نہیں۔ بلکہ متعدد احادیث سے دوسروں کے لئے چونا بھی ثابت ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے جب حضور کی پیاری بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا آتی تھیں تو حضور ان کے استقبال کے لئے محبت سے کھڑے ہو جاتے تھے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے تھے اور اپنی جگہ پر بٹھایا کرتے تھے (ابوداؤد ج ۲۱۸، ملکوۃ ص ۳۰۲، ابواب المفرد ص ۳۸۳) حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا (کیمیائے سعادت امام غزالی ص ۱۹۳، عوارف المعارف، شہاب الدین سروردی ص ۱۶۰) حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس سے جب سنا کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے حضور کے دست مبارک کو مس کیا ہے تو انہوں نے حضرت انس کے ہاتھوں کو لے کر چوم لیا (الادب المفرد ص ۳۲۳) ایک دفعہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواری پر سوار ہونے لگے تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادباً "ان کی سواری کی لگام پکڑی حضرت زیرین ثابت نے ان کو ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا اے نبی کرم کے چچا کے صاحزادے آپ ایسا نہ کیجئے اور میری سواری کی لگام کو نہ پکڑئے حضرت عبد اللہ بن عباس نے کہا کہ مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ میں علماء کی تعظیم کروں یہ سن کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

حضرت عبد اللہ ابن عباس کا ہاتھ مبارک پکڑ کر اس کو چوم لیا اور فرمایا ہم کو بھی کو اسی طرح حکم دیا گیا ہے کہ حضور کی اہل بیت کی تعظیم کریں (رسالہ ﷺ - ص ۶۷۷، مدارج النبوة ۲۳۳، صواعن المحرقة ابن حجر ص ۲۳۸) معلوم ہوا کہ صحابہ بھی آپس میں ایک دوسرے کا ہاتھ چوما کرتے تھے لہذا اس سے ثابت ہوا کہ بزرگوں کے اور دینی عظمت رکھنے والوں کے ہاتھ چومنا جائز اور مستحسن فعل ہے اور نبی کریم اور خود صحابہ کی سنت ہے۔

حدیث نمبر ۳۲

قدموا علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فذکرو اللہ فقال وما يدریک انها رقیہ ثم قال
قد اصبتم اقسموا واضربوا لی معکم فضحک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(صحیح بخاری، کتاب الاجارہ)

باب ما يعلی فی الرقیہ ج ۲ ص ۳۰۳)

ترجمہ:- پس وہ آئے حضور کی خدمت میں اور انہوں نے اپنا واقعہ آپ سے بیان کیا آپ نے منتر پڑھنے والے سے پوچھا تجھے یہ کیسے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ منتر ہے پھر آپ نے فرمایا تم نے اچھا کیا یہ بکریاں بات لو اور میرا بھی ایک حصہ اپنے ساتھ رکھو اور آپ مسکرا دیئے۔

فائدة:- یہ بخاری شریف کی ایک تفصیلی اور طویل حدیث کا ایک مکمل ہے۔ پوری حدیث اور پورا واقعہ یہ ہے کہ کچھ صحابہ کرام ایک سفر پر روانہ ہوئے راستے میں میں ان گاگزرا ایک عرب کے قبیلہ پر سے ہوا ان مسافروں نے چاہا کہ یہ قبیلہ والے ہماری مہمانی کریں لیکن اس قبیلہ نے ان صحابہ کی مہمانی نہیں کی اتفاق سے اس قبیلہ کے سردار کے پچھو نے کٹ لیا انہوں نے بڑا علاج کیا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا ان میں سے کسی نے کہا کہ یہ جو مسافر آئے ہیں چلو ان سے جا کر پوچھتے ہیں شاید ان کے پاس اس کا کوئی علاج ہو انہوں نے صحابہ سے آکر پوچھا تو ان میں سے ایک صحابی نے کہا کہ خدا کی قسم میں اس کا منتر جانتا ہوں لیکن چونکہ تم نے ہماری مہمانی نہیں کی اس لئے میں اس وقت تک منتر نہیں پڑھوں گا اور جھاڑ پھونک نہیں کروں گا جب تک تم کوئی اجرت اور معاوضہ نہیں دو گے آخر چند بکریاں بطور اجرت دینے کا انہوں نے وعدہ کیا یہ صحابی اس قبیلہ کے سردار کے پاس گئے اور اس پر سورہ فاتحہ پڑھ کے دم کیا اور اس

کو جھاڑا، ان کے دم کرتے ہی وہ سردار فوراً "ٹھیک ہو گیا اور اس طرح چلنے لگا جیسے اس کو کبھی کوئی تکلیف ہی نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ جو بکریاں دینا طے ہوئی تھیں وہ بکریاں انہوں نے اس صحابی کو دے دیں۔ صحابہ کرنے لگے کہ اس کو آپس میں بانٹ لو لیکن ان منتر پڑھنے والے اور جھاڑنے والے صحابی نے کہا کہ جب تک ہم حضور سے اس بارے میں نہیں پوچھ لیں گے اس وقت تک ان بکریوں کو تقسیم نہیں کریں گے۔ جب یہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا تو حضور نے فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ منتر ہے پھر آپ نے فرمایا تم نے بالکل صحیح کیا یہ بکریاں آپس میں بانٹ لو بلکہ اس میں میرا بھی حصہ رکھو اور یہ فرمائے آپ مسکرا دیئے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن و حدیث اور اللہ تعالیٰ کے اسماء کے ساتھ دم، درود، جھاڑ پھونک اور تعویذ گندے وغیرہ کرنا نہ شرک ہے نہ بدعت ہے بلکہ یہ اس حدیث کی رو سے بالکل جائز ہے اور صحابہ کی سنت ہے بلکہ پھوڑے، پھنسی کا علاج تو خود حضرت جبریل نے آکر حضور کو بتایا تو حضور نے اس دعا کو پڑھ کر جھاڑا تو حضور کو شفا ہو گئی۔ (مسلم، ص ۲۱۹)۔ جن احادیث میں جھاڑ پھونک اور منتر کی ممانعت آئی ہے اس سے مراد وہ جھاڑ پھونک اور منتر مراد ہے جو شرکیہ الفاظ پر مشتمل ہو یا زمانہ جاہلیت کے دم کی طرح ہوں۔ مطلبًا "ہر قسم کے دم تعویذ کو حرام کہنا قرآن و حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۳۳

عَنْ أَبِي دَاوُدَ بْنِ أَبِي صَالِحٍ قَالَ أَقْبَلَ مَرْوَانٌ يَوْمًا
فُوْجِدَ رَجُلًا وَاضْعَافًا وَجْهَهُ عَلَى الْقَبْرِ فَقَالَ أَتَدْرِي
مَا تَصْنَعُ فَاقْبَلَ عَلَيْهِ فَأَذْهَمَهُ أَبُو إِيْوَبَ فَقَالَ نَعَمْ
جَئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِمَ اتَّ
الْعَجْزَ۔

((مسند احمد، ص ۳۲۲، ج ۵، مسند حاکم ص ۱۵۵، ج ۳))

((مجموع الزوائد ص ۵، ج ۲))

ترجمہ:- حضرت ابو داؤد بن الی صالح سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مروان روضہ رسول پر حاضر ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص اپنا چہرہ قبر انور پر رکھے ہوئے ہے مروان نے اس سے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے تم کیا کر رہے ہو اس شخص نے جب اپنا چہرہ اٹھایا تو وہ صحابی رسول حضرت سیدنا ابو ایوب النصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے انہوں نے فرمایا ہاں میں جانتا ہوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کسی پھر کے پاس نہیں آیا۔

فائدہ:- اس حدیث سے کئی فوائد حاصل ہوئے۔ حاکم اور امام دین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

- اللہ کے پیاروں کی قبر پر اپنا چہرہ رکھنا اس کو چونما اور بوسہ دینا جائز ہے، اگر یہ شرک بدعت یا قبر پرستی ہوتی تو میزبان رسول حضرت ایوب النصاری جیسا عظیم صحابی کبھی یہ کام نہ کرتا۔ اور یہ کام صرف انہوں نے ہی نہیں کیا بلکہ جب حضرت بلاں ایک عرصہ کے بعد حضور کے روضہ شریف پر حاضر ہوئے تو انہوں نے بھی محبت میں ایسا ہی کیا تھا حدیث میں آتا ہے فجعل یمکی عنده ویمرغ وجہه علیہ کہ آپ مزار شریف کے پاس رو رہے تھے اور مزار اقدس پر اپنا چہرہ مل رہے تھے۔ ثابت ہوا کہ ایسا کرنا بڑے بڑے عاشق رسول صحابہ کی سنت ہے۔ اسی لئے حنبلی فقہ کے امام اور عظیم قیمہ حضرت امام احمد بن حنبل سے حضور کی قبر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ جب حجر اسود کو چوما جاتا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ صالحین اور عارفین کی قبروں کو بھی چونما جائز ہے۔ (شرح بخاری لابن حجر، ص ۱۵۵، ج ۲، تواش الجلال)

الدین سیوطی) فقہ کی مشور کتاب فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اپنے ماں باپ کی قبروں کو
چونے اور بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاوی عالمگیری کی کتاب الکرامت باب
زیارت القبور)

۲۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جن چیزوں کو اللہ کے پیاروں سے نسبت
اور تعلق ہو جائے وہ چیزیں بھی متبرک ہو جاتی ہیں۔ اور ان تبرکات کا ادب و احترام اور
ان کا چونا جائز ہے۔ دیکھئے یہاں قبر کو حضور کی نسبت کی وجہ سے حضرت ابو ایوب
نے تعظیم کی۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی آتا ہے کہ
جس ممبر پر حضور خطبہ ارشاد فرماتے تھے انہوں نے اس ممبر پر اپنا ہاتھ پھیر کر اس کو
اپنے منہ پر رکھ لیا (شفاء القاضی عیاض) یعنی اسکرچ پر رکھ لیا۔ اور اس سے برکت حاصل کی۔

۳۔ حضرت ابو ایوب انصاری نے فرمایا کہ میں کسی پھر کے پاس نہیں آیا بلکہ حضور
کے پاس آیا ہوں جس طرح پھر بے جان بے روح ہوتا ہے نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اس
طرح حضور کی ذات نہیں بلکہ ان کا عقیدہ تھا کہ آپ زندہ ہیں سنتے بھی ہیں
اور دیکھتے بھی ہیں اور اپنے غلاموں کی تکلیفوں کو دور فرماتے ہیں اور ان کی مشکلیں بھی
آسان فرماتے ہیں۔ ان کے غنوں کا مدوا بھی کرتے ہیں اسی لئے میں اپنے غم کا بھی
علاج کرانے کے لئے یہاں حاضر ہوا ہوں۔

تریبی اجتماع

ہر انگریزی مہینہ کے پہلے جمعہ کو

بعد نماز عشاء اکبری تکونسیہ مسجد

میں

احباب اسلامی کاماہانہ تربیتی اجتماع

منعقد ہوتا ہے جس میں

ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

کا خصوصی خطاب ہوتا ہے اپنے عقیدہ اور منلک کی قرآن و حدیث کی روشنی صحیح

معلومات حاصل کرنے کے لئے اس پروگرام میں ضرور تشریف لا یے۔

احباب اسلامی کے اغراض و مقاصد

- ☆ بندگان خدا میں محبت خدا، عشق مصطفیٰ اور الافت اولیاء کا فروغ
- ☆ اعلائے کلمۃ الحق احیائے دین متین اور غلبہ اسلام کے لئے جدوجہد کرنا۔
- ☆ عقائد حقہ کی نشوواشاعت اور اعمال صالحہ کی ترغیب رہنا۔
- ☆ زندگی کے ہر شعبہ میں اتباع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی کوشش کرنا۔
- ☆ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انسانیت کی بے یخی اور بے قراری اور ان کی معاشی معاشرتی اور اخلاقی پیچیدہ مسائل کا یقینی اور قابل عمل حل فراہم کرنا۔
- ☆ اصلاحِ نفس اور تزکیہ قلب کا اہتمام کرنا۔